﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد14 — جمعۃ المبارک 20/اپریل 2007ء — 02/ربیع الثانی 1428 ہجری قمری ❁ 20/شہادت 1386 ہجری شمسی — شمارہ16

خلفائے راشدین کی اطاعت

حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْن“۔

تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین جو خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں کی سنت کی اطاعت فرض ہے۔ اس طریق کو مضبوطی سے تھام لو اور دانتوں سے اچھی طرح پکڑ کے رکھو۔

(سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ۔ حدیث نمبر 3991)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

مَیں اس جگہ اس بات کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس قدر لوگ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں وہ سب کے سب اس بات کے لائق نہیں کہ مَیں ان کی نسبت کوئی عمدہ رائے ظاہر کرسکوں۔ بلکہ بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ اوّل ان میں دلسوزی اور اخلاص بھی تھا مگر اب ان پر سخت قبض وارد ہے اور اخلاص کی سرگرمی اور مریدانہ محبت کی نورانیت باقی نہیں رہی۔

ایسے بھی ہیں جن کو خداتعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے مجھے دیا ہے اور وہ میرے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہیں

”ازاں جملہ میرے نہایت پیارے بھائی اپنی جدائی سے ہمارے دل پر داغ ڈالنے والے میرزا عظیم بیگ صاحب مرحوم ومغفور رئیس سامانہ علاقہ پٹیالہ کے ہیں جو دوسری ربیع الثانی 1308ھ میں اس جہان فانی سے انتقال کر گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّااِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اَلْعَيْنُ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزُنُ وَاِنَّا بِفِرَاقِهٖ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ میرزا صاحب مرحوم جس قدر مجھ سے محض للہ محبت رکھتے اور جس قدر مجھ میں فنا ہو رہے تھے مَیں کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں تا اس عشقی مرتبہ کو بیان کرسکوں اور جس قدر اُن کی بے وقت مفارقت سے مجھے غم واندوہ پہنچا ہے مَیں اپنے گزشتہ زمانہ میں اس کی نظیر بہت ہی کم دیکھتا ہوں۔ وہ ہمارے فَـــــرَط اور ہمارے مِیرِ منزل ہیں جو ہمارے دیکھتے دیکھتے ہم سے رخصت ہو گئے۔ جب تک ہم زندہ رہیں گے اُن کی مفارقت کا غم ہمیں کبھی نہیں بھولے گا۔

دردیست دردلم کہ گراز پیش آبِ چشم — بردارم آستیں برودتا بدامنم

اُن کی مفارقت کی یاد سے طبیعت میں اُداسی اور سینہ میں قلق کے غلبہ سے کچھ خلش اور دل میں غم اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ اُن کا تمام وجود محبت سے بھر گیا تھا۔ میرزا صاحب مرحوم محبّانہ جوشوں کے ظاہر کرنے کے لئے بڑے بہادر تھے۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی اسی راہ میں وقف کر رکھی تھی۔ مجھے امید نہیں کہ انہیں کوئی اور خواب بھی آتی ہو۔ اگرچہ میرزا صاحب بہت قلیل البضاعت آدمی تھے مگر ان کی نگاہ میں دینی خدمتوں کے محل پر جو ہمیشہ کرتے رہتے تھے خاک سے زیادہ مال بے قدر تھا۔ اسرار معرفت کے سمجھنے کے لئے نہایت درجہ کا فہم سلیم رکھتے تھے۔ محبت سے بھرا ہوا یقین جو اس عاجز کی نسبت وہ رکھتے تھے خداتعالیٰ کے تصرّف تام کا ایک معجزہ تھا۔ ان کے دیکھنے سے طبیعت خوش ہو جاتی تھی جیسے ایک پھولوں اور پھلوں سے بھرے ہوئے باغ کو دیکھ کر طبیعت خوش ہوتی ہے۔ وہ بہ نظر ظاہر اپنے پسماندوں اور اپنے خوردسالہ بچہ کو نہایت ضعف اور ناداری اور بے سامانی کی حالت میں چھوڑ گئے۔ اے خداوند قادر مطلق تُو اُن کا متکفّل اور متولّی ہو۔ اور میرے محبّین کے دلوں میں الہام ڈال کہ اپنے اس یکرنگ بھائی کے پسماندوں کے لئے جو بےکس اور بے سامان رہ گئے کچھ ہمدردی کا حق بجالاویں۔

اے خدا اے چارہ ساز ہر دل اندوہگیں — اے پناہ عاجزاں آمرزگارِ مُذنبیں

از کرم آں بندہٴ خود را بہ بخشش ہا نواز — واِیں جدا افتادگاں را از ترحمہا بہ بیں

مَیں نے بطور نمونہ اس جگہ چند دوستوں کا ذکر کیا ہے اور اسی رنگ اور اسی شان کے میرے اَور دوست بھی ہیں جن کا مفصّل ذکر انشاء اللہ ایک مستقل رسالہ میں کروں گا۔ اب مضمون طول ہوا جاتا ہے اسی پر بس کرتا ہوں۔ اور مَیں اس جگہ اس بات کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس قدر لوگ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں وہ سب کے سب ابھی اس بات کے لائق نہیں کہ مَیں اُن کی نسبت کوئی عمدہ رائے ظاہر کرسکوں۔ بلکہ بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں جن کو میرا خداوند جو میرا متولّی ہے مجھ سے کاٹ کر جلنے والی لکڑیوں میں پھینک دے گا۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ اوّل اُن میں دلسوزی اور اخلاص بھی تھا مگر اب اُن پر سخت قبض وارد ہے اور اخلاص کی سرگرمی اور مُریدانہ محبت کی نورانیت باقی نہیں رہی۔ بلکہ صرف بَلْعَم کی طرح مکّاریاں باقی رہ گئی ہیں اور بوسیدہ دانت کی طرح اب بجز اس کے کسی کام کے نہیں کہ منہ سے اکھاڑ کر پیروں کے نیچے ڈال دیئے جائیں۔ وہ تھک گئے اور درماندہ ہو گئے۔ اور نابکار دنیا نے اپنے دامِ تزویر کے نیچے انہیں دبا لیا۔ سو مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عنقریب مجھ سے کاٹ دئے جائیں گے۔ بجز اس شخص کے کہ خداتعالیٰ کا فضل نئے سرے اُس کا ہاتھ پکڑ لیوے۔ ایسے بھی بہت ہیں جن کو خداتعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے مجھے دیا ہے اور وہ میرے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہیں۔ اور مَیں انشاء اللہ کسی دوسرے وقت میں اُن کا تذکرہ لکھوں گا۔

اس جگہ مَیں بعض ان لوگوں کا وسوسہ بھی دُور کرنا چاہتا ہوں جو ذی مقدرت لوگ ہیں اور اپنے تئیں بڑا فیاض اور دین کی راہ میں فداشدہ خیال کرتے ہیں لیکن اپنے مالوں کو محل پر خرچ کرنے سے بکلّی منحرف ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم کسی صادق مؤید من اللہ کا زمانہ پاتے جو دین کی تائید کے لئے خداتعالیٰ کی طرف سے آیا ہوتا تو ہم اُس کی نصرت کی راہ میں ایسے جھکتے کہ قربان ہی ہو جاتے مگر کیا کریں ہر طرف فریب اور مکر کا بازار گرم ہے۔

مگر اے لوگو تم پر واضح رہے کہ دین کی تائید کے لئے ایک شخص بھیجا گیا لیکن تم نے اسے شناخت نہیں کیا۔ وہ تمہارے درمیان ہے اور یہی ہے جو بول رہا ہے پر تمہاری آنکھوں پر بھاری پردے ہیں۔ اگر تمہارے دل سچائی کے طلبگار ہوں تو جو شخص خداتعالیٰ کے ہمکلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اُس کا آزمانا بہت سہل ہے۔ اُس کی خدمت میں آؤ۔ اُس کی صحبت میں دو تین ہفتے رہو تا اگر خداتعالیٰ چاہے تو اُن برکات کی بارشیں جو اُس پر ہو رہی ہیں اور وہ حقّانی وحی کے انوار جو اُس پر اُترتے ہیں اُن میں سے تم بچشم خود دیکھ لو۔ جو ڈھونڈتا ہے وہی پاتا ہے۔ جو کھٹکھٹاتا ہے اُسی کے لئے کھولا جاتا ہے۔ اگر تم آنکھیں بند کر کے اور اندھیری کوٹھڑی میں چھپ کر یہ کہو کہ آفتاب کہاں ہے تو یہ تمہاری عبث شکایت ہے۔ اے نادان! اپنی کوٹھڑی کے کواڑ کھول اور اپنی آنکھوں پر سے پردہ اٹھا تا تجھے آفتاب نہ صرف نظر آوے بلکہ اپنی روشنی سے تجھے منور کرے“۔

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 39 تا 41)

آخر ''روزنامہ جنگ لندن'' کو جماعت احمدیہ کے بارے میں جھوٹی خبر شائع کرنے پر معذرت کرنی ہی پڑی

روزنامہ جنگ لندن 2/مارچ 2006ء کی اشاعت میں جماعت احمدیہ کے خلاف ''توہین آمیز خاکے: قادیانیوں کی یقین دہانی سے دھوکہ کھا گئے: ڈینش انٹیلی جینس افسر کا انکشاف'' کے عنوان سے ایک جھوٹی اور بے بنیاد خبر شائع کی گئی تھی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مارچ 2006ء میں اس شر انگیز خبر کی پُرزور مذمت فرمائی۔

حضور انور نے فرمایا کہ لندن سے شائع ہونے والے اخبار ''جنگ'' نے ایک ایسی خبر شائع کی ہے جس کا جماعت احمدیہ کے عقائد سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ جو حقائق کے بالکل خلاف اور محض ایک شرارت ہے۔ اس میں جماعت احمدیہ پر یہ گندہ الزام لگایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا عہد اور تعلیمات کا دور نعوذ باللہ ختم ہو چکا ہے۔ نیز ڈنمارک سے شائع ہونے والے بے ہودہ خاکوں کے حوالہ سے بھی جماعت احمدیہ کی طرف صریحاً جھوٹ منسوب کیا گیا ہے۔ حالانکہ سب سے پہلے جماعت احمدیہ نے ان بیہودہ اور غلیظ خاکوں کی اشاعت کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ اور اس سلسلہ میں ڈنمارک کے اخبارات میں ہمارے مربی کا انٹرویو بھی شائع ہوا کہ ان کارٹونوں کی اشاعت سے ان کا دل بہت دکھی ہے۔ اسی طرح وہاں کے مقامی احمدی عبدالسلام میڈسن صاحب کا بھی تفصیلی انٹرویو شائع ہوا جس میں انہوں نے ان کارٹونوں کی شدید مذمت کی۔

اس اخباری خبر میں یہ الزام بھی لگایا گیا تھا کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے اور یہ کہ آپ نے اسلامی احکامات تبدیل کر دیئے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اس خبر میں یہ بھی تاثر دیا گیا تھا کہ ڈنمارک کے ایک افسر نے کہا کہ احمدیوں کی یقین دہانی پر کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم منسوخ ہو گئی ہے انہوں نے یہ کارٹون شائع کئے تھے۔

اس سراسر جھوٹی اور نہایت شر انگیز خبر پر حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں تفصیل سے جماعتی مؤقف اور اصل حقیقت کو پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''ہم پر یہ جو اتنا گھناؤنا الزام لگایا گیا ہے اور ان حالات میں احمدیوں کے خلاف جو سازش کی گئی ہے ہم اس کو جہاں تک یہاں کا قانون ہمیں اجازت دیتا ہے انشاء اللہ انجام تک لے کر جائیں گے تا مسلمانوں کو، کم از کم ان مسلمانوں کو جو شریف فطرت لوگ ہیں۔ ان نام نہاد پڑھے لکھے لوگوں کے اخلاقی معیار کا پتہ لگ سکے۔''

چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کی ہدایات کی روشنی میں جماعت احمدیہ برطانیہ نے جنگ اخبار کے خلاف ہائی کورٹ میں کیس دائر کیا اور اس کے نتیجہ میں بالآخر جنگ اخبار کو اس سراسر جھوٹی اور شر انگیز خبر کی اشاعت پر معذرت کرنا پڑی۔ اخبار جنگ لندن نے جو اعتذار اپنی 18/مارچ 2007ء کی اشاعت میں شائع کیا وہ ہدیۂ قارئین ہے۔

''اعتذار''

2/مارچ 2006ء کے شمارے میں نامہ نگار ڈاکٹر جاوید کنول کی ایک خبر شائع ہوئی جس کا عنوان تھا: ''توہین آمیز خاکے: قادیانیوں کی یقین دہانی سے دھوکہ کھا گئے: ڈینش انٹیلی جنس افسر کا انکشاف'۔

خبر میں ڈینش انٹیلی جنس افسر کے حوالے سے یہ لکھا گیا تھا کہ ''ڈینش اخبار میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے قبل احمدیوں کے ایک وفد نے ایک ڈینش وزیر سے ملاقات کی اور اسے یہ یقین دہانی کرائی کہ:

1۔ ہم اسلام کی حقیقی تعلیمات کے علمبردار ہیں۔

2۔ ہمارے نبی مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد منسوخ قرار دے دیا ہے اور

3۔ محمد ﷺ کا عہد ختم ہو چکا ہے، ان کے پیروکار صرف سعودی عرب تک محدود ہیں۔''

جماعت احمدیہ کا کہنا ہے کہ خبر سے یہ تاثر ملتا تھا کہ گویا احمدیوں کو ان کارٹونوں کی اشاعت پر کوئی اعتراض نہیں تھا جو بالکل غلط ہے۔

جنگ کی تحقیقات کے مطابق ڈینش انٹیلی جنس افسر نے ڈاکٹر جاوید کنول کو جو معلومات فراہم کی تھیں، جن کی بنیاد پر انہوں نے خبر بنائی وہ غلط تھیں۔ جماعت احمدیہ نے سختی سے ایسی کسی ملاقات کی تردید کی ہے۔ بلکہ انہوں نے تو فوری طور پر ان توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت کی مذمت کی تھی۔

4/مارچ کو جماعت احمدیہ کے پریس سیکرٹری سید محمد عارف ناصر کا بیان ''جماعت احمدیہ سے منسوب خبر کی تردید'' کے عنوان سے جنگ نے من و عن نمایاں شائع کیا۔ دوسرے روز ڈاکٹر عبدالباری ملک کا خط ''جماعت احمدیہ کے خلاف خبر جھوٹی ہے'' کے عنوان سے شائع کیا۔

جماعت احمدیہ نے ایک بار پھر ان سے منسوب دعوؤں کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے ارکان:

1۔ ختم نبوت پر دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ قرآن قیامت تک کے لئے اللہ کی آخری کتاب ہے جس کا ایک لفظ یا شوشہ بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

2۔ جہاد کے حقیقی مفہوم پر ایمان رکھتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ آج کے دور میں جہاد ''بالسیف''، معطل ہے۔ ہاں جہاد بالقلم اور اسلام کی پر امن تبلیغ کے ذریعے تزکیۂ نفس کا جہاد جاری ہے۔

3۔ توہین آمیز خاکوں کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور یاد دہانی کراتے ہیں کہ ان خاکوں کی اشاعت کے خلاف جماعت نے میڈیا کے مختلف ذرائع سے پر امن انداز میں اپنا مؤقف پیش کیا، خود جماعت کے سربراہ نے ان کی اشاعت کی پرزور مذمت کی ہے۔

اس خبر کی اشاعت سے جماعت احمدیہ اور اس کے ارکان کی جو دل آزاری ہوئی ہے اس پر ہمیں افسوس ہے اور جنگ اخبار اس خبر کی اشاعت پر معذرت کرتا ہے۔ ہماری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ حقائق پر مبنی خبریں دیں اور کسی کمیونٹی کی دل آزاری کا موجب نہ ہوں''۔

(مرسلہ: بشیر احمد اختر۔ جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ یو کے)

اے اسیرو! روزنِ دیوارِ زنداں دیکھنا

جس زمیں پہ قتل ہو معصوم کا واں دیکھنا
اِذن ہو تو بستیاں اک روز ویراں دیکھنا

آج سینہ کاذبوں کا کبر سے چوڑا تو ہے
چاک ہو گا جھوٹ کا جس دن گریباں دیکھنا

جو فریب و مکر کے پردے میں لپٹے آج ہیں
کل سرِ بازار اُن کو سارے عریاں دیکھنا

جب گواہی ہر چھری ، تلوار دے گی قاتلو!
تب مقابل ہو گا سارا ساز و ساماں دیکھنا

تم خدا کو دیکھنے سے آج بھی محروم ہو
تم وہاں بھی دیکھنا تو شامِ ہجراں دیکھنا

جب شہیدوں کو خدا کی جنتیں ہوں گی عطا
مجرموں کو بھی کٹہرے میں پشیماں دیکھنا

اک طرف دیکھو فرشتے رُو بہ مسجد ہیں یہاں
اک طرف چاقو لئے مردود شیطاں دیکھنا

عید ہے اپنی نویدِ صبحِ صادق چار سُو
اے اسیرو! روزنِ دیوارِ زنداں دیکھنا

روح جس کے جسم میں ہے سب جماعت کی مکیں
وہ کروڑوں کی بنا ہے اک رگِ جاں دیکھنا

ضبط اُس کا آفریں پر درد سے پھر آج کل
چشمِ آقا میں نمی کو کچھ نمایاں دیکھنا

لاکھ تُم سے ہم چھپالیں پر چھپا نہ پائیں گے
یوں نظر تُم سے چُرا کے بے حجاباں دیکھنا

ہے نزولِ حوصلہ و صبر جس پر رات بھر
صبح اُس شمع یقیں کو سب فروزاں دیکھنا

(فاروق محمود۔لندن)

اسلامی اور مسیحی جنگوں کا مقابلہ

دوسری قسط

خلق خدا کا خون ناحق بہانے اور انہیں بے دریغ تہ تیغ کرنے کا مرتکب کون ہے؟ مسلمان یا عیسائی؟۔ تاریخی حقائق

اس بات کا ذکر پہلے حصہ مضمون میں گزر چکا ہے کہ اسلام اور عیسائیت نے مذہب کے لئے تلوار اُٹھانے کے بارے میں کیا کیا تعلیمات پیش کی ہیں۔ اب یہ دکھانا باقی ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں خلق خدا کا خون ناحق گرانے کی کونسی قوم مرتکب ہوئی ہے اور کس نے لوگوں کو بے دریغ تہ تیغ کرنے سے ظلم کا بیڑا اُٹھایا۔

یہ ایک ایسا مسلّم امر ہے کہ جس کے ماننے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ اوائل میں مسلمان ایک بے ضرر اور ناتواں قوم تھی اور وہ نہایت امن اور صلح اور حکمت وموعظت سے اپنے دین کی اشاعت میں لگے ہوئے تھے۔ لیکن سخت ظالم اور بد اندیش دشمنوں نے انہیں ناحق طرح طرح کی عقوبتوں میں ڈالنے کی سبقت کی۔ اور درد ناک دکھوں اور اذیتوں سے ایسا ستاتے کہ مصائب صبر اور برداشت کی انتہا سے تجاوز کر گئے۔ آخر جانوں کا بچانا ضروری ہوا۔ مسلمانوں نے یوں مجبور ہو کر اس کمزوری اور غربت کی حالت میں ایک خونخوار اور جنگجو دشمن کے مقابلہ میں آخر تلوار اُٹھائی۔

اُدھر عیسائیوں کو دیکھو کہ انہوں نے جب مذہب کے لئے تلوار ہاتھ میں لی تو اُس وقت وہ روم جیسی بڑی بھاری سلطنت کے مالک ہو کر دنیاوی اقتدار اور طاقت حاصل کر چکے تھے اور ایک عالم پر اپنے رعب وحکومت کا سکہ جما چکے تھے۔

پھر مسلمان تو انہیں لوگوں سے لڑے جنہوں نے ان کو دُکھ دیئے اور اُن کے امن کو چھینا اور ان پر مظالم سے ہاتھ صاف کیے۔ لیکن عیسائی بہادر اپنی ہی باامن اور صلح جُو غیر عیسائی رعایا کو یسوع مسیح کی خدائی منوانے کے لیے تہ تیغ کرتے رہے۔

اور مسلمان تو مذہبی عقوبتوں کے انسداد کے لئے لڑتے رہے۔ پر عیسائیوں نے اپنے مذہب کے لئے زور بازو دکھا کر مذہبی عقوبت اور ایذا رسانی کا اصل قائم کیا۔ یہی ایک بڑا نمایاں فرق عیسائی اور اسلامی مذہبی جنگوں کے درمیان ہے۔

یہ صحیح بات ہے کہ پولوس نے عیسوی مذہب میں داخل ہونے کے لئے بہت سی آسانیاں ایجاد کر دی تھیں لیکن باوجود ان آسانیوں کے حضرت مسیح سے تین سو برس بعد تک یہ مذہب کوئی بڑی نمایاں ترقی نہ کر سکا۔ اس سارے زمانہ میں صرف روم میں ہی عیسائی مذہب کا بڑا زور اور چرچا رہا مگر تین سو برس تک عیسائیوں کی تعداد اس سلطنت میں نہایت قلیل تھی یہانتک کہ جب بادشاہ قسطنطین اس مذہب میں داخل ہوا تو اس وقت بڑی مشکل سے بیس میں ایک شخص عیسائی نظر آتا تھا۔ چنانچہ اسی کی تائید میں گبن (Gibbon) نے جلد 2 فصل 15 میں تحریر کیا ہے کہ آریجن (Origen) کی معتبر شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر عیسائیوں کی کثرت کے سامنے عیسائیوں کی تعداد کی نسبت بہت ہی کم تھی۔ اس تعداد کے حق میں جو اندازہ انطاکیہ اور روم کی مثالوں سے سمجھ میں آتا ہے وہ بھی ہمیں اس بات پر قیاس کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ اس سلطنت کی رعایا کے بیسویں حصہ سے زیادہ لوگوں نے قسطنطین کے عیسائی ہونے سے پہلے اپنے آپ کو علمِ صلیب کے نیچے منسلک کیا ہو۔

عیسائی بنانے کے لئے جبر وتشدد اور بھیانک ظلم وزیادتی کے لرزہ خیز واقعات

قسطنطین کا عیسائی دین قبول کرنا کیا تھا اسکی کایا پلٹ دینا تھا۔ پہلے تو ترغیب وتحریص سے عیسائی بنانے کی کوشش کی گئی مگر اس طریق کو ناکافی سمجھ کر بعد میں جبر اور ظلم سے عیسائیوں کی تعداد کا بڑھانا شروع ہوا۔ وہ عیسائی جو پہلے کسی زمانہ میں رومیوں کے ظلموں کے شاکی تھے کہ محض عیسائی مذہب کی خاطر ان پر ظلم روا رکھا جاتا ہے اب خود اس بات کو روا رکھنے لگے کہ غیر عیسائی کو محض ان کے مذہب کی وجہ سے دُکھ دینا جائز ہے۔ **ظاہری طاقت اور سلطنت ہاتھ میں آتے ہی عیسائیوں نے اس بات کو اپنا فرض سمجھ لیا کہ بُت پرستی کو بجبر نیست ونابود کرنا چاہئے۔**

چنانچہ گبن لکھتا ہے کہ ”زمانہ تھیوڈوسیس میں جس طرح بت پرستی کو برباد کیا گیا وہ تمام دنیا میں کسی قدیم اور مشہور وہم پرستی کو صفحۂ ہستی سے قطعی طور پر مٹا دینے کی ایک ہی مثال ہے۔ اور اس لیے یہ حق ہے کہ انسانی دل کی تواریخ میں اس کو ایک ہی بے نظیر واقعہ تسلیم کیا جائے۔ عیسائی اور خصوصاً کلیسیا کے عہدہ دار اور پادری بڑی بے صبری سے قسطنطین کا اس مؤقف میں ساتھ دے رہے تھے جو اس کی طرف سے عیسائی دین کے بہ جبر پھیلانے میں ظہور میں آرہا تھا۔ اور اسی طرح بے صبری کے ساتھ انہوں نے بڑے ویلنٹنین کے زمانے میں انتظار کیا جب مذہب کی خاطر کسی کو دُکھ نہ دیا جاتا تھا کیونکہ وہ اپنی فتوحات کو اس وقت تک مکمل اور پائیدار نہ سمجھتے تھے جب تک کہ ان کے حریف زندہ چھوڑے جاتے۔ امبروس اور اس کے بھائیوں نے جو اثر گریشین پر اس کی نوجوانی کی وجہ سے اور تھیوڈوسیس پر اس کی پاکبازی کی وجہ سے حاصل کر لیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان بادشاہوں کے دلوں میں مذہب کی خاطر لوگوں کو دُکھ اور تکلیفیں پہنچانے کے اصول نے مضبوط جگہ پکڑ لی۔

ایسا ہی مشہور مورخ لیکی (Lecky) اپنی تواریخ اخلاق یورپ (History of European Morals) میں بیان کرتا ہے کہ دینی اخلاق کا بہت بڑا حصہ ان تحریروں سے اخذ کیا گیا جن میں لکھا گیا تھا کہ مذہب کی خاطر قتل عام کرنا خدا کا خاص اور تاکیدی حکم ہے اور قتل بھی ایسا جس سے زیادہ بے رحمانہ اور خُون آشام قتل کا تاریخ سے پتہ نہیں ملتا اور ایسا ہی ان تحریروں پر بنائے اخلاق رکھی گئی جن میں تمام اخلاقی امور سے بڑھ کر بت پرستی کو دنیا سے جبراً مٹانے کو خاص فوقیت اور ترجیح دی گئی تھی۔ اور جنہیں مذہب کی خاطر ایذا رسانی کی روح کو بڑے فصیح اور پُر جوش کلام کے پیرائے پہنائے گئے تھے .....۔ اُس مذہب کے برخلاف جس کا نشان مٹایا جا رہا تھا یہ نیا مذہب یعنی **عیسائی مذہب اس بات کا مدعی تھا کہ اسے لوگوں کے افعال اور راؤں کی آزادی کو روکنے اور ان میں دخل دینے اور انہیں اپنے منشاء کے مطابق چلانے کا حق ہے اور اس کے معلم مذہبی معاملات میں ایسی آزادانہ رائے دینے کو جو ان کی رائے سے کچھ اختلاف رکھتی ہو نہایت خطرناک اور سیاہ جرم قرار دیتے تھے۔**

ڈریپر (Draper) لکھتا ہے کہ ”مذہبی لوگوں میں عام رائے یہی تھی کہ لوگوں کو اُنہیں باتوں پر ایمان رکھنے کے لیے مجبور کرنا جائز ہے جن پر گروہ کثیر ایمان لا چکا تھا اور اگر کوئی انکار کرے تو اُسے سزا دینا بھی درست ہے“۔

چنانچہ مشہور ومعروف عیسائی پادری سینٹ اگسٹائین کے بارے میں لیکی نے تحریر کیا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے اس نے مذہبی ایذا رسانی سے پہلوتہی کی بلکہ اس کی مذمت بھی کرتا رہا لیکن تھوڑے عرصہ میں اس کو معلوم ہوگیا کہ جن اصول مذہب کو وہ قبول کر چکا ہے ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مذہب کی خاطر ایذا رسانی کے اصل کو تسلیم کیا جائے۔ چنانچہ آخر مذمت کرنے سے رجوع کر کے اس نے اپنی ساری ذہانت اسی بات کے ثابت کرنے میں صرف کی اور بار بار اس پر زور دیا اور مذہب کی خاطر ایذا رسانی کے مسئلے کا وہ خود واضع اور حامی ووکیل بن گیا۔

جن دلائل کی بنا پر آگسٹائین ایذا رسانی کی حمایت کرتا تھا اکثر ان میں وہی تھے جو میں نے ابھی بیان کیے ہیں۔ بعض کا مأخذ تو یہ عقیدہ تھا کہ سوائے عیسائی مذہب کے نجات کہیں نہیں مل سکتی۔ اور بعض عہد نامہ عتیق کے واقعات سے ماخوذ تھے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ **کفار کو سزا دینا خواہ وہ سزائے موت ہی کیوں نہ ہو دراصل ان پر رحم ہے کیونکہ اس سے وہ اور دوسرے غیر عیسائی اس ابدی عذاب سے نجات پا جاتے ہیں جس کے وہ مستوجب ہیں۔** کتب مقدسہ میں لکھا ہوا تھا کہ الحاد زناکاری کے مساوی ہے اور خطرناک اور بدترین قسم کا قتل ہے کیونکہ اس سے روح قتل ہو جاتی ہے۔ یہ کفر کی ایک شکل ہے۔ اور یہ تمام دلائل ایسے ہیں کہ ان کی بنا پر ان کو سزا دینا جائز اور حق ہے۔ اور عہد نامہ جدید میں جو ثابت نہیں ہوتا کہ حواریوں نے کہیں جبر اور زور سے کام لیا ہو تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے زمانہ میں کسی فاضل پیشوائے مذہب نے یہ دین قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن کیا الیاس نے اپنے ہاتھوں سے بعل کے کاہنوں کو ہلاک نہ کیا؟ اور کیا حزقیاہ اور جوسیا شاہ نینوا اور بخت نصر نے نیا دین قبول کرنے کے بعد اپنی سلطنتوں میں سے جبراً بُت پرستی کو تباہ نہیں کیا؟ اور کیا ان کی کھلے طور پر اس نیک عمل کے لیے تحسین اور تعریف نہیں کی گئی؟ **یہ سینٹ آگسٹائین (St.Augustine) ہی تھا کہ جس نے مذہبی ایذا رسانی کے خیال کو ادا کرنے کے لیے یہ جملہ ایجاد کیا کہ انہیں مذہب میں داخل ہونے کے لیے مجبور کرنا چاہئے“۔**

غرض اس طرح جونہی کہ عیسائی مذہب کو دنیاوی سلطنت ہاتھ لگ گئی اسی وقت سے اپنی ہی رعایا کو جن کے ہاتھ سے ان کو کچھ بھی گزند نہ پُہنچا تھا اور نہ کسی قسم کا خطرہ تھا سخت بے رحمی سے مذہبی عقوبتوں کا تختۂ مشق بنایا۔ یہ ایسے ظالمانہ کام تھے کہ مسلمانوں میں جو بڑے ظالم بادشاہ بھی گزرے ہیں ان سے بھی ایسے ظلم ظہور میں نہیں آئے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ کسی مسلمان بادشاہ نے ملک گیری کی خاطر بہت کشت وخون کیا ہو اور بعض وقت ناحق خون بھی گرایا ہو۔ لیکن یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے کبھی ایسے مکروہ فعل کا ارتکاب کیا ہو کہ جو لوگ ان کے ماتحت امن کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہوں انہیں ایذائیں پُہنچائی ہوں اور تہ تیغ کیا ہو صرف اس وجہ سے کہ اُنہوں نے ان کا دین قبول نہ کیا ہو۔

ایک عیسائی مضمون نویس لکھتا ہے کہ ”مسلمانوں میں جو روح دوسرے مذاہب کے خلاف پھونکی گئی تھی اس کی کافی شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ جب کبھی کسی ملک کو وہ فتح کر لیتے تو ان کے مندروں اور گرجوں کو مسجدیں بنا لیتے۔“ مگر جس حال میں کہ مسلمانوں کے مفتوحہ ممالک میں ہزاروں پُرانے مندر اور گرجے آج تک قائم کھڑے ہیں تو ایک یا دو واقعات کی بنا پر کسی امر کو عام طور پر قیاس کر لینا سخت غلطی ہے۔

جس مذہبی تعصب اور جوش میں آکر عیسائی پیشواؤں اور بادشاہوں نے قدیم رومیوں کے دیوتاؤں کے مندروں کو (جو یونانی فن تعمیر کی نہایت عمدہ اور بلند شان یادگاریں تھیں) تباہ کیا، اس کی مثال دنیا کی وحشی ترین قوموں کی تواریخ میں بھی کہیں پائی نہیں جاتی۔

اور جب ہم ساتھ ہی یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ایسے ظلم عیسائیوں نے جنگوں کے وقتوں میں نہیں کیے کہ جب کسی حریف کو پورے طور پر مغلوب کرنے کے جوش کی وجہ سے وہ کسی حد تک معذور سمجھے جا سکیں **بلکہ عیسائی سلاطین کے مظالم باامن زمانہ میں اپنی ہی صلح جُو رعایا پر دیدہ دانستہ محض ان کے عیسائی مذہب کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے** کیئے گئے تو اس وقت ان کی درشتی اور مکروہیت اور بھی دوبالا ہو جاتی ہے۔

ہم ذیل میں گبن کی ایک عبارت کا اقتباس کرتے ہیں جس سے ناظرین کو پتہ لگ جائے گا کہ عیسائیوں میں تعصب اور مذہبی جوش میں آکر ایذا رسانی کی روح کس حد تک بڑھی ہوئی تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ ”سائی نے جنیس (Cynegius) کو جو مشرقی علاقہ کا حکمران تھا اور ازاں بعد دونوابوں جونیس اور گنڈنیٹس کو جو مغربی ممالک کے دو نامور اور مشہور ومعروف حاکم تھے خاص حکم نامہ عطا کیا گیا تھا جس کی رو سے ان کو حکم دیا گیا تھا کہ تمام مندروں کو بند کر دیں اور تمام آلات بُت پرستی کو جبراً ضبط کر کے ضائع کر دیں۔ اور تمام تبرکات اور جائداد کو ضبط کر کے بادشاہ یا گرجا یا فوج کے لیے تصرف میں لاویں۔ چاہیے تھا کہ یہ غارتگری یہیں روک دی جاتی اور وہ عریان عمارات

جن میں اب بتوں کی عبادت بند ہوگئی تھی اس مذہبی جوش کے تباہ کن حملوں سے بچائی جاتیں۔ بہت مندر ان میں یونانی فن تعمیر کے بہت عالی شان اور خوبصورت یادگار تھے۔ اور بادشاہ کا اس میں اپنا فائدہ تھا کہ اپنے شہروں کی عظمت اور شان کو یوں تباہ نہ ہونے دیتا اور اپنے مقبوضات کی قدروقیمت میں نقصان واقع نہ ہونے دیتا۔ لازم تھا کہ ان شاہانہ عمارات کو بحال رہنے دیا جاتا تاکہ یہ یسوع مسیح کی فتوحات کی مستقل یادگاریں رہ جاتیں۔ فنون اور علوم کے تنزل کے زمانوں میں (جو عیسائی مذہب کے ساتھ شروع ہوگئے تھے) یہ بہت کام آنے والی تھیں۔ ان میں میگزین بن سکتے، کارخانے جاری ہوسکتے تھے اور مجالس اور مجمعوں کے کام آسکتے تھے اور شاید ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ جب ان مندروں کی دیواریں عیسائی رسوم کے ذریعہ سے پورے طور پر پاک اور صاف کر لے جاتیں تو ان میں خدا کی پرستش کرنے سے پُرانی بت پرستی کے گناہ دور ہوکر پاک ہوجاتے۔.... بادشاہوں کے قوانین سے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان میں کسی قدر رفق اور نرمی کے آثار موجود تھے لیکن ان کی کوششیں کچھ ایسی سردمہری سے لبریز اور ڈھیلی اور بے جان ہوتی تھیں جو کلیسیا کے بڑے بڑے مقدس بزرگوں اور پیشواؤں کے مذہبی جوش اور جبر وغضب کی موج کو روکنے کے لیے کافی نہ تھیں۔ ملک فرانس میں مقدس مارٹن بشپ طورس اپنے درویشوں کو ہی لے کر اپنے وسیع علاقہ کے بتوں اور مندروں اور مقدس درختوں کو تباہ کرنے کے لیے نکل پڑا۔‘‘

وہ واقعہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح مارسلس (Marcellus) نے جو ملک شام کا ایک بشپ تھا اپنے ملک کے مشتری دیوتا کے مندر کو تباہ کرنے کا عزم کیا۔ مگر اس کی عمارت ایسی مضبوط اور پائیدار تھی کہ بڑے بڑے مضبوط آلات بھی کچھ کام نہ دے سکے۔ پھر اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اس جوشیلے بشپ نے اس مندر کی بنیادوں میں سرنگیں لگائیں۔ کارتھیج کا وہ عظیم الشان زہرہ کا مندر جو دو میلوں میں محیط تھا اور روم کا وہ شاہی گنبد جس کو کل دیوتاؤں کے مندر کے نام سے منسوب کرتے تھے چھین کر گرجے بنائے گئے۔ **اور جن پادری صاحبان کو مسلمانوں کی جنگجو اور خونریز قوم ہونے پر یہ ایک قطعی دلیل معلوم ہوتی ہے کہ قسطنطنیہ کے سینٹ صوفیا کے گرجے کی مسجد بنالی گئی تھی انہیں چاہئے کہ وہ اپنے دین عیسوی کی ان مثالوں کو یاد کریں کہ جن میں بیشمار مندر گرجے بنائے گئے۔**

لیکن اگر عیسائی صاحبان نے کل کے کل مندروں کو (چھوٹے چھوٹے بتوں کی پرستش دور کر کے اور ان کی بجائے ایک بڑے بت کی پرستش کو قائم کر کے) گرجوں میں تبدیل نہیں کیا تو یہ کوئی خوبی کی بات یا قابلِ تحسین امر نہیں۔ کیونکہ خود گبن نے لکھا ہے کہ: ’’مذہبی دیوانوں کی بے ترتیب بے قاعدہ اور بے اختیار افواج رومی دنیا کے ہر صوبہ وعلاقہ میں امن سے بستی ہوئی رعایا پر حملے کرتی رہتی تھیں۔ اور قدیم زمانہ کی نہایت اعلیٰ درجہ کی عمارات کے کھنڈرات اس وقت تک بھی ان وحشیوں کے حملوں کو یاد دلا رہے ہیں جن کی طبائع خاص طور پر ایسی خطرناک تباہیوں کے لئے استعداد اور میلان رکھتی تھیں اور جنہوں نے بڑی محنت سے ان کھنڈروں کے بنانے میں اپنا وقت صرف کیا۔‘‘

پس اگر مندروں کے گرجا بنانے میں ظلم کے ساتھ کسی قدر انسانیت بھی تھی تو ان مندروں کے ویران کرنے میں پوری پوری وحشیانہ حرکات نظر آتی ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ عیسائیوں نے بت پرستی کے مندروں کو تباہ کیا اور بت پرستی کا مذہب مٹایا اور بت پرستوں کو ایذائیں پُہنچائیں لیکن نیا مذہب بہ جبر منوانے کے لیے انہوں نے بہت خونریزی نہیں کی۔ اور نہ ہی کسی رومی عیسائی بادشاہ نے اپنی رعیت کے لیے کبھی یہ اعلان کیا کہ یا تو عیسائی مذہب قبول کرو اور یا موت قبول کرنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔ لیکن اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ چونکہ وہ بت پرست لوگ عیسائیوں کی رعیت تھے اور غلاموں کی طرح ان کے مطیع اور فرمانبردار تھے اس لیے انہیں اپنے مالکوں کی بات ماننے کے لیے چنداں سختی کی ضرورت نہ تھی۔

چنانچہ گبن نے لکھا ہے کہ ’’اگر ان بت پرست لوگوں میں بھی اپنے مذہب کے لیے اسی جوش اور جرأت کی روح منفوذ ہوتی جو ان عیسائیوں کے دلوں میں بھری ہوئی تھی تو عیسوی مذہب کی یہ فتوحات خونریزی کے رنگ سے رنگین ہوتیں۔ اور جوپیٹر اور اپولو (رومیوں کے دیوتاؤں) کے شہیدوں کو اپنے معبودوں کے قدموں پر اپنی جانوں اور مالوں کو قربان کرنے کا فخر حاصل کرنے کا موقع نصیب ہوتا۔ لیکن بت پرستوں کی بے قید اور غافل طبائع کے ساتھ ایسے جوش اور استقلال کو مناسبت نہیں تھی۔ متعصب عیسائی بادشاہوں کے سخت اور متواتر حملوں کے بالمقابل ایک ایسا نرم اور قبول کرنے والا مادہ تھا جس کی وجہ سے ان حملوں کا زور خود بخود ٹوٹ جاتا تھا۔ اور بیچارے بُت پرست قانون تھیوڈوسیس کی سزاؤں اور دُکھوں سے اسی طرح بچتے رہے کہ وہ ہر بات میں اطاعت اختیار کر لیتے اور ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے۔ بجائے اس کے کہ وہ یہ کہتے کہ ہمارے دیوتاؤں کا حکم شہنشاہ کے حکم سے بڑھ کر قابل تسلیم ہے وہ ایک دلسوز اور غم آلود بڑبڑاہٹ کے ساتھ اپنی شکایتوں کو اپنے آپ تک ہی محدود رکھ کر اپنی ان پاک آبائی رسوم سے باز آجاتے جو ان کے بادشاہ ان کو ترک کرنے کا حکم کرتے۔ اگر کسی وقت ان کے دلوں میں کچھ جوش بت پرستی کے لیے پیدا بھی ہوتا یا یہ خیال ان کے دلوں میں آتا کہ شاید ان کے راز کا افشانہ ہوگا اور اس بنا پر کبھی وہ اپنی توہم پرستی کی طرف رجوع کرتے تو پھر نہایت عاجزی سے تائب ہوکر عیسائی مجسٹریٹوں کی درشتی کے پنجہ سے بچ جاتے۔ اور شاذونادر ہی ایسا ہوا ہوگا کہ جب کبھی انہوں نے بت پرستی کے رسوم کو ادا کرنے کی گستاخی کی ہو تو بعد میں اپنی اس گستاخی کا کفارہ اس طرح پر نہ دیا ہو کہ کراہیت اور نفرت کو دل میں چھپا کر ظاہر طور پر انجیل کے جوئے کو اپنی گردن پر قبول کر لیا ہو۔ ایسے نالائق نومریدوں کے روز افزوں گروہوں سے گرجے پُر ہو رہے تھے جو محض نفسانی اور دنیاوی اغراض حاصل کرنے کے لیے اپنے بادشاہ کے مذہب کو اختیار کر رہے تھے۔ ان کی اصل حالت یہ تھی کہ ظاہراً جب وہ تمام حرکات مذہبی کو بڑے ذوق سے ادا کرتے نظر آتے اور عیسائیوں کی دعائیں پڑھتے تھے تو اس وقت بھی دلوں کے اندر وہ سچے اخلاص کے ساتھ اپنے قدیم دیوتاؤں کے آگے دعائیں کرنے سے دلوں کو تسلّی دے لیتے تھے۔ جہاں ان بت پرستوں میں مذہب کی خاطر تکالیف اُٹھانے کے لیے صبر اور استقلال نہ تھا ساتھ ہی ان میں اپنے جابر حکام کا مقابلہ کرنے کی روح اور جرأت نہ تھی۔ اور لاکھوں انسان جو پہلے مندروں کی بربادی کے شاکی تھے وہ بھی اپنے دشمنوں کے، بغیر کسی مقابلہ کے مطیع ہوگئے۔ شام کے کسانوں اور سکندریہ کے عام لوگوں نے جو عام عیسائی مذہبی جوش کی مخالفت کا اظہار کیا وہ صرف بادشاہ کے نام اور اس کی حکومت کے رعب سے فرو کر دیا گیا۔‘‘

کوئی سمجھدار انسان اس عذر کو قبول نہیں کر سکتا کہ عیسائیوں نے جو یہ دست تطاول دراز کیا ہوا تھا اور بُت پرستوں کو ناحق کی عقوبتوں اور ایذاؤں کا تختہ مشق بنا رکھا تھا ان سختیوں کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ انہیں توہم پرستی اور بت پرستی کی ناپاک رسموں سے سخت نفرت تھی بلکہ ان کی غرض تو صرف یہی تھی کہ عیسائی مذہب میں لوگ زیادہ داخل ہوں اور یہ غرض نہ تھی کہ بدی کی بیخکنی ہو۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اُنہوں نے آپ ہی بت پرستی کی خرابیوں کو اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ مسئلہ تثلیث بت پرستوں سے ہی لیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں اُنہوں نے یہودیوں کو جو خدائے واحد کے پرستار تھے اس سے بھی زیادہ جوش وجنون سے ایذائیں پُہنچائیں۔ اور اگرچہ بت پرستوں کو بپتسمہ نہ لینے کی صورت میں صریح طور پر سزائے قتل کا مستحق نہ قرار دیا گیا ہو۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ خدا کو واحد ماننے والے یہودیوں پر محض اس لیے کہ انہوں نے یسوع مسیح کو ماننے سے انکار کیا نہایت سخت بے رحمی سے یہ مسئلہ عمل میں لایا گیا یعنی لاکھوں یہودیوں کو بغیر کسی اور قصور کے اور محض اس وجہ پر کہ انہوں نے عیسائی مذہب کو قبول نہ کیا طرح طرح کی ایذا رسانیوں کے ساتھ قتل کیا گیا۔

عیسائیوں کے یہود پر مظالم

عیسائیوں نے جیسے خطرناک اور سخت مظالم یہودیوں پر کیے وہ ایسے ہیں کہ دنیا بھر کی بے رحمیوں کی تواریخ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔

جب سے عیسائیوں کو دنیاوی اقتدار اور سلطنت حاصل ہوئی اس وقت سے لے کر ایک عرصہ دراز تک اور بعض ممالک میں زمانہ حال تک ہر ایک عیسائی ملک میں ہر ایک عیسائی سلطنت کے ماتحت یہودیوں پر نہایت بیرحمانہ مظالم برابر کیے جاتے رہے ہیں۔

یہ ممکن نہیں کہ چند سطروں میں ان وحشت انگیز مقدس عیسائی ظلموں کو بیان کیا جا سکے۔ چنانچہ اسی کی تائید میں پادری جارتن (Jortin) نے لکھا ہے کہ ’’ان یہودیوں کے دردانگیز حالات جن کے اموال واملاک تاخت وتاراج کر لئے گئے اور انہیں برہنہ کر کے ملک بدر کیا گیا اور فاقوں سے مارے گئے اور طرح طرح سے دُکھ دیے گئے۔ اور قید خانوں میں ہلاک کئے گئے۔ اور پھانسی دیئے گئے اور عیسائیوں کے ہاتھوں سے جلا کر راکھ کر دیئے گئے اگر لکھے جائیں تو کئی جلدیں بھر جائیں گی۔‘‘ (جلد2 صفحہ 327)

[ان مظالم کے واقعات اور اقتباس کتاب کرائمز آف کرسچینٹی (Crimes of Christianity) یعنی جرائم عیسائیت سے لیے گئے ہیں جو عیسائی آزاد خیالوں کی ایک کتاب ہے۔]

(یہ کتاب Crimes of Christianity by G.W Foote and J .M Wheeler) آج کل انٹرنیٹ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اس کا ویب سائٹ ایڈریس حسب ذیل ہے۔ www.ftarchives.net/foote/ crimes/ contents.htm)

قسطنطین کا عیسائی ہونا یہودیوں کے سخت اور دراز عقوبتوں کے مصائب کے سلسلے کا پیش خیمہ تھا۔ لکھا ہے کہ جو یہودی یروشلم کی مرمت کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے قسطنطین نے ان کے کان کاٹ ڈالے۔ اور یوٹیکئس اس پر یہ زیادہ کرتا ہے کہ اس بادشاہ نے ان سب کو بپتمہ لینے اور ایسٹر (عیسائیوں کی عید) کے موقع پر سؤر کا گوشت کھانے پر مجبور کیا۔ پھر اسی قسطنطین نے فلسطین کے علاقہ میں جتنے شہر یہودیوں کے تھے سب جلا دیئے اور جو یہودی ملا اسے قتل کرا دیا۔ نہ عورتوں پر رحم کیا اور نہ بچوں کو ہی چھوڑا۔ عیسائی سلطنت میں جیسے جیسے طاقت اور زور بڑھتا گیا ویسے ہی یہودیوں پر دکھوں کی صعوبت اور انکی ایذارسانی زیادہ ہوتی گئی۔

گبن نے تحریر کیا ہے کہ منارکا میں ’’صرف سینٹ سٹیفن کے تبرکات نے آٹھ دن کے اندر اندر پانچ سو چالیس یہودیوں کو عیسائی مذہب میں لانے کا کام دیا۔ ہاں ان تبرکات کے ساتھ کچھ مدد ایسی ایسی خوشگوار ایذارسانیوں کی بھی تھی جیسے ان کے معبدوں کو جلا دینا اور جو کافر عیسائی مذہب کو قبول نہ کرتے تھے اور مقابلہ کرتے تھے ان کو پہاڑوں میں بھگا کر بھوک سے مار ڈالنا۔ وغیرہ‘‘۔

سکندریہ میں یہودی شہر بدر کیے گئے۔ ان کے گھر لوٹ لئے گئے۔ اور ان کے معبد چھین کر گرجے بنائے گئے۔ جسٹینین اور بھی بڑھ گیا۔

گبن نے لکھا ہے کہ ’’جسٹینین کے اعتقاد میں غیر عیسائیوں کا مار دینا جرم قتل کی تعریف میں نہیں آتا تھا۔ اور وہ پاک دلی کے ساتھ عیسائی مذہب کی اشاعت تلوار اور آگ سے کرتا رہا۔‘‘

بشپوں نے بھی سخت ظالمانہ افعال سے یہودیوں کو عیسائی بنانے کی کوششیں کیں۔ ساتویں صدی کے شروع میں نوے ہزار یہودیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ بپتسمہ حاصل کریں۔ جنہوں نے انکار کیا ان کے اموال ضبط کر لئے گئے۔ اور ان کو سخت اذیتیں پُہنچائیں گئیں اور اس میں شک معلوم ہوتا ہے کہ آیا انہیں اپنا وطن چھوڑنے کی اجازت بھی دی یا نہیں‘‘۔ (گبن)۔

633ء میں کونسل طالیدو نے یہ حکم نافذ کیا کہ یہودیوں کے تمام بچے ان کے والدین سے چھین لئے جائیں۔ اور ان کو عیسائی کنیسوں میں بھیج دیا جائے یا مذہبی لوگوں کے حوالہ کیے جائیں کہ وہ انہیں عیسائی دین کی تعلیم دیں۔ (دیکھو فلیوری کی تاریخ کلیسیا فصل 8)۔

اسی مجلس نے یہ حکم بھی نافذ کیا کہ اگر کوئی نو عیسائی کسی یہودی سے باتیں کرتا ہوا پایا جائے تو اس کو غلام سمجھا جائے اور جس یہودی سے باتیں کرے اس کو پبلک کے سامنے کوڑے لگائے جائیں۔

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ مالک کُل ہے۔ وہ سزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے اور بخشنے پر بھی۔

جزا سزا کے وقت کو ہمیشہ سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا رحم اور فضل مانگنا چاہئے۔

قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے
اللہ تعالیٰ کی صفت مالکیت سے فیض پانے کے لئے نہایت اہم نصائح۔

ربوہ میں سلسلہ کے پرانے کارکن چوہدری عبداللطیف صاحب اوورسیئرکی وفات اور ان کی خوبیوں کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 30/مارچ 2007ء بمطابق 30/امان 1386 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّا کَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

وَلِلّٰهِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران:190)

اللہ تعالیٰ جو مالک کل ہے۔ جو آسمان کا بھی مالک ہے اور زمین کا بھی مالک ہے۔کوئی چیز اس کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے مالک اور اَلْمُلْک ہونے کی صفت کو قرآن کریم میں مختلف رنگ میں مختلف مضامین کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور یہ ہر مومن کا فرض بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا ادراک حاصل کرے، اسے ذہن میں رکھے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلے، اس کی عبادات کی طرف توجہ دے، اس کے احکامات پر عمل کرے، اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرے۔وہ جو مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن ہے۔اُس سے اس دن سے ڈرے جس دن جزا سزا کا فیصلہ ہوگا۔کوئی بھی عقلمند انسان اس دن اپنے زعم میں یہ خیال کر کے کہ مَیں نے زندگی میں بڑے نیک اعمال کئے ہیں، مَیں تو لازماً جنت میں جانے والوں میں سے ہوں، جنت میں جانے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ ایسے ہر شخص کو دنیا بے وقوف کہے گی۔ یہ حدیث ہم کئی بار سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا۔صحابہ کے پوچھنے پر فرمایا کہ مجھ پر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا تو مَیں جنت میں جاؤں گا۔

تو جب آپؐ جیسا انسان جس کے لئے یہ زمین و آسمان پیدا کئے گئے، آپؐ جو سب نبیوں سے افضل اور خاتم النبیّین ہیں، آپؐ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:57) اللہ تعالیٰ یقیناً اس نبی پر اپنی رحمت نازل کر رہا ہے اور اس کے فرشتے بھی اس کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ پس اے مومنو! تم بھی اس پر درود بھیجتے ہوئے دعائیں کرتے رہا کرو اور اس کے لئے سلامتی مانگتے رہا کرو۔ آپ ﷺ جن کا اوڑھنا بچھونا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا تھا، جن کی راتیں خدا تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے اس طرح گزرتی تھیں کہ پاؤں مبارک متورّم ہو جایا کرتے تھے۔ آپؐ کے بارے میں حضرت عائشہؓ گواہی دیتی ہیں کہ آپؐ کے رات اور دن قرآن کریم کی عملی تصویر تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ بھی یہ گواہی دیتا ہے اور اعلان فرماتا ہے کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5) کہ تُو نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ تُو اپنے عمل اور تعلیم میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ آپؐ سے یہ اعلان کرواتا ہے کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام:163)۔ تُو اُن سے کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ ان تمام ضمانتوں کے باوجود، ان تمام عملوں کے باوجود، اپنوں اور غیروں کی گواہی کے باوجود خوف ہے۔ اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین نہیں ہے۔نہیں، بلکہ اس لئے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ادراک آپؐ کو تھا۔اللہ کی مالکیت اور پھر اس کے مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن ہونے کا صحیح فہم آپؐ کو تھا۔اس لئے آپؐ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا رحم مانگتے تھے اور یہی آپؐ نے اپنے ماننے والوں کو تلقین فرمائی۔

پس یہی اصل ہے کہ جو مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن ہے اُس سے اُس کا فضل اور رحم مانگ کر ہی انسان کی بچت ہے۔کسی کو کیا پتہ کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول ہے اور کونسا نہیں اور کس نیت سے کوئی نیکی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جانتا ہے۔ ہر انسان کے دل کا حال بظاہر دوسروں کو نیکی کرنے والا بھی نظر آتا ہو تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کی نیت کیا تھی۔ان تمام باتوں اور وعدوں کے باوجود اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا خوف دامنگیر تھا تو ایک عام مومن کو کس قدر اس کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ جہاں اس بات کا اظہار فرماتا ہے کہ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ جزا سزا میرے ہاتھ میں ہے، گناہگار کو بھی بخش سکتا ہوں اور بخشتا ہوں۔ وہاں مومنوں کو یہ تسلّی بھی کرواتا ہے کہ جب زمین و آسمان کی ملکیت میری ہے اور ہر چیز پر میری دائمی قدرت ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس میں ذرہ برابر بھی نہ کبھی کمی واقع ہوئی اور نہ ہوگی۔ تو میرے احکامات پر عمل کر کے خالص میرے لئے ہو کر ہر قسم کے حقوق ادا کرو تو میری پناہ میں رہو گے اور ہر شر سے بچائے جاؤ گے۔ پس اس بات کو سمجھتے ہوئے میرے احکامات پر عمل کرو۔ ورنہ یاد رکھو اگر میرے مقابلے پر کسی اور کی پناہ تلاش کرنے کی کوشش کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ تمہیں کوئی مستقل پناہ نہیں دے سکتا۔ اس دنیا کی عارضی منفعتیں تمہیں بعض دفعہ بہت نظر آتی ہیں لیکن پھر جزا سزا کے دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔ اور ایسے تمام لوگ جو کفر میں بڑھے ہوئے ہیں ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت میں رحمانیت کے جلوے دکھاتا ہے۔ لیکن اِن کفر میں بڑھے ہوؤں کے لئے جب جزا سزا کا دن آئے گا تو بڑا اکڑا اور دشوار گزار دن ہوگا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کے اُس دن اللہ تعالیٰ کی رحمانیت سے فیض پانا ہے تو اس کے بتائے ہوئے رستوں پر چلو اور پھر بھی یہ خوف دامن گیر رہے کہ وہ قادر مطلق ہے، ہماری کسی غلطی پر ہمیں پکڑ نہ لے اس لئے ہمیشہ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس آسمان و زمین کے مالک سے رحمت اور بخشش کے طلبگار رہیں۔ اس سے گناہوں اور غلطیوں کے باوجود رحم اور بخشش کے امیدوار رہیں۔ اس لئے کہ وہ مالک اور بادشاہ ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ مَیں عدل سے بالا ہو کر انعام و احسان کرتا ہوں۔ اگر صرف عدل کا معاملہ ہو تو بہت سے لوگ پکڑ میں آسکتے ہیں۔

کہتے ہیں کسی پر قتل کا الزام لگایا گیا جب کہ وہ بے قصور تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ

اے اللہ تعالیٰ انصاف کر اور مجھے اس سزا سے بچا، تُو جانتا ہے کہ غلط الزام ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ نیک آدمی تھا، دعائیں قبول ہوتی تھیں اس کی دعا قبول نہیں ہوئی اور اس کو پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ اس نے پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ تُو تو سب سے زیادہ انصاف کرنے والوں سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔ تجھے پتہ ہے کہ جس جرم میں یہ سزا سنائی گئی ہے وہ مَیں نے نہیں کیا۔ تو اس پر اُسے بتایا گیا کہ تُو نے انصاف مانگا تھا تو انصاف یہی ہے جو تجھے مل گیا۔ گو کہ تو آج ایک غلط الزام میں پکڑا گیا ہے یا سزا سنائی گئی ہے۔ لیکن فلاں وقت تو نے ایک جانور کو یا کیڑے کو ظالمانہ طریقے پر مارا تھا۔ تو آج تجھ سے اس عمل کی پاداش میں یہ سلوک ہو رہا ہے۔

پس یہ خوف کا مقام ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اپنے زعم میں بعض لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑے نیک اعمال کئے یا لوگ کسی کو نیک اعمال کرنے والا سمجھ رہے ہوتے ہیں ان سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اس لئے جزا سزا کے وقت کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے اور سامنے رکھتے ہوئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا رحم اور فضل مانگنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کی آغوش میں آ سکیں۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنی سنت سے اپنی دعاؤں سے جو ہمیں یہ نکتہ سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت ہر وقت دل میں رکھو یہی یاد رکھنے کے قابل چیز ہے۔

حضرت عائشہؓ نے آپؐ کی ایک دعا کے بارے میں بیان کیا کہ آپؐ ہر نماز میں پڑھتے تھے۔ کہ سُبْحٰنَکَ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی کہ اے اللہ تو پاک ہے، اے ہمارے رب اپنی حمد کے ساتھ اے اللہ مجھے بخش دے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الأذان۔ باب الدعا فی الرکوع)

پس بخشش، رحم اور فضل مانگنے کی ضرورت ہے، نہ کہ عدل اور انصاف۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندرونے کو ہم سے بہتر جانتا ہے۔ پس احکام پر عمل کر کے بھی حق کے طور پر نہیں بلکہ پھر فضل کے طور پر خدا تعالیٰ سے مانگنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’اللہ تعالیٰ نے مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کیوں کہا اور عَادِلِ یَوْمِ الدِّیْن (کیوں) نہیں کہا تو واضح ہو کہ اس میں بھید یہ ہے کہ عدل کا تصور اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک حقوق کو تسلیم نہ کر لیا جائے اور جہانوں کے پروردگار خدا پر تو کسی کا کوئی حق نہیں اور آخرت کی نجات خدا تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کے لئے محض ایک عطیہ ہے جو اس پر ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی اطاعت کرنے اور اس کے احکام کو قبول کرنے، اس کی عبادت کو بجالانے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کے لئے حیران کن تیزی سے قدم بڑھایا‘‘۔

پس تمام احکامات پر عمل کرنے اور حیران کن تیزی سے قدم نیکیوں کی طرف بڑھانے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نیک اجر ملنا ہے وہ حق نہیں ہے۔ جو اُن اعمال کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ اِس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی ہمیں عطا فرماتا ہے، جس کا اس نے وعدہ کیا ہوا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے، احسان ہے۔ اور کوئی عقلمند انسان عطیہ اور احسان کو حق نہیں سمجھ سکتا۔ اور اس عطیہ کی انتہا اس وقت ہوتی ہے، اس کی مالکیت کا جلوہ اس وقت انتہا کو پہنچتا ہے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ فرماتے ہیں کہ ’’... گو وہ اطاعت کے معاملے کو پورے کمال تک نہ پہنچا سکے اور نہ عبادت کا پورا حق ادا کر سکے ہوں اور نہ ہی معرفت کی حقیقت کو پوری طرح پا سکے ہوں۔ لیکن ان باتوں کے حصول کے شدید خواہش مند رہے ہوں...‘‘۔ یعنی حصول تو نہ ہو۔ اس چیز کو، ان نیکیوں کو پا تو نہ سکے ہوں لیکن ان کی خواہش ہو۔ حصول کی طرف بڑھنے کی کوشش ہو اور شدید خواہش کی ابتداء ہو چکی ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو بھی نیک جزا دیتا ہے۔ کیونکہ یہ عطیہ اور احسان ہے اور مالک حق رکھتا ہے جس پر جتنا چاہے احسان کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ صرف عدل کرنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ لوگ حصہ نہ پا سکتے جو صرف کوشش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں نے وہ مرتبہ حاصل نہیں کیا جس کے حصول کی وہ کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح بدی کرنے والوں کے متعلق آپؑ نے فرمایا کہ ’’(جو) بُرے عمل کرتے رہے اور بدی کرنے پر اپنی جرأت میں ترقی کرتے گئے۔ اور وہ (بدی کے کاموں سے) رکنے والے نہ تھے‘‘۔

(کرامات الصادقین۔ عربی سے اردو ترجمہ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 135-136)

ایسے لوگ پھر اللہ تعالیٰ کی سزا کے اندر آتے ہیں۔ تو مالک کیونکہ بااختیار ہوتا ہے اس لئے عدل سے بڑھ کر احسان کر سکتا ہے۔ ہمیشہ احسان اور بخشش کی دعا مانگنی چاہئے ورنہ انصاف تو پھر اُسی طرح ہو گا جس طرح مَیں نے پہلے ایک مثال دی ہے۔ لیکن یہ جو بدی کرنے والے ہیں یہ بھی اگر اصرار نہ کریں اور نیکی کی طرف قدم بڑھانا شروع کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْظَلَمُوْآ اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوْااللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ۔ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔ وَلَمْ یُصِرُّوْاعَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ (آل عمران:136) یعنی نیز وہ لوگ جو کسی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر کوئی ظلم کریں تو اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ بخشتا ہے اور جو کچھ وہ کر بیٹھے ہوں اس پر جانتے بوجھتے ہوئے اصرار نہیں کرتے۔ لیکن اگر اصرار کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے نیچے آتے ہیں۔ پس ایسے محسن مالک کے دَر پر نہ جھکنا کتنی بڑی بدبختی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی عقل دے جو خدا کے مقابلے پر دوسرے خدا بنا بیٹھے ہیں اور یہ عقل انہیں آ جائے کہ وہ ایک خدا ہے جو دائمی قدرت کا مالک ہے۔ زمین و آسمان میں اس کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ اُس کے علاوہ جسے بھی تم اپنا دوست اور مددگار بناتے ہو تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ پس اس قادر و مقتدر خدا کے آگے جھکو اور اس کے احسان سے جزا سزا کے دن فیض پاؤ۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے اپنی کتاب ’’حیات قدسی‘‘ میں جو انہوں نے لکھی ہوئی ہے، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان فرمودہ ایک حکایت درج کی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ یہاں اس دنیا میں بھی جزا سزا کا فیصلہ کرتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ’’حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے کی بات ہے کہ ایک درویش حجرہ نشین، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہتا تھا اور خلوت نشینی اس کا محبوب شغل تھا علیحدہ کمرے میں بند رہتا تھا۔ ایک دن جب وہ ذکر الٰہی میں مشغول تھا۔ اس کے...... دل میں یہ شدید خواہش پیدا ہوئی کہ اگر لحم البقر ملے تو مَیں کھاؤں۔ (یعنی گائے کا گوشت کھانے کی اس کو خواہش پیدا ہوئی) چنانچہ یہ خواہش جب شدت کے ساتھ اسے محسوس ہوئی تو ایک قریب البلوغ، ایسا گائے کا بچھڑا جو قریباً جوانی کی عمر کو پہنچنے والا تھا اس کے حجرہ کے اندر خود بخود آ گیا اور اس کے گھسنے کے ساتھ ہی اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ گائے کا بچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری خواہش پر اس حجرہ میں آیا ہے۔ اس لئے اس نے اسے ذبح کیا تا کہ اس کا گوشت کھا کر اپنی خواہش پوری کرے۔ جب ابھی ذبح کیا ہی تھا کہ اوپر سے ایک شخص

آ گیا اور یہ دیکھ کر کہ اس درویش نے بچھڑا ذبح کیا ہے غضبناک ہو کر بولا کہ یہ میرا جانور ہے، تم نے اسے ذبح کیوں کیا۔ تُو اس جانور کو یہاں چوری کر کے لے آیا پھر ذبح کر لیا یہ مجرمانہ فعل ہے۔ میں اس پر عدالت میں استغاثہ دائر کروں گا۔ چنانچہ اس شخص نے بحیثیت مدعی حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ عدالت نے مجرم کو طلب کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اس درویش سے پوچھا کہ یہ شخص جو بحیثیت مدعی تجھ پر الزام لگاتا ہے کہ تُو نے ایسا ایسا فعل کیا ہے اس الزام کا تمہارے پاس کیا جواب ہے۔ اس کے متعلق اس درویش نے بیان کیا کہ میرے والد جب کہ مَیں چھوٹا ہی تھا تجارت کے لئے کسی ملک میں گئے۔ اس کے بعد مَیں جوان ہوا اور اسے عرصہ دراز گزر گیا۔ مَیں نے کچھ تعلیم حاصل کر کے بعض اہل اللہ سے تعلق پیدا کیا اور گوشہ نشینی کو اختیار کر لیا۔ اسی اثناء میں جبکہ مَیں ذکر الٰہی میں مصروف تھا میرے دل میں گائے کا گوشت کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس خواہش کی حالت میں یہ گائے کا بچھڑا میرے حجرہ میں آ گیا۔ مَیں نے یہی سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری خواہش کو پورا کرنے کے لئے یہ گائے کا بچھڑا میرے حجرہ میں بھیج دیا ہے۔ اس لئے مَیں نے اسے ذبح کر لیا۔ یہ شخص اوپر سے آ گیا اور غضبناک ہو کر بولا کہ تُو نے میرا جانور چرایا ہے اور پھر ذبح بھی کر لیا ہے اور مَیں عدالت میں مقدمہ دائر کروں گا۔ ۔ چنانچہ اسی بناء پر یہ مجھے ملزم قرار دیتا ہے۔ مَیں تو سمجھا تھا اللہ تعالیٰ نے میری خواہش کے مطابق بھیجا ہے۔ اب جو فیصلہ عدالت کے نزدیک مناسب ہو وہ فیصلہ کر دے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے دل پر اس درویش کے بیان سے بلحاظ اس کی نیکی اور پارسائی اور عاجزانہ حالت کے خاص اثر ہوا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اچھا اس وقت جاؤ اور فلاں تاریخ کو دونوں مدعی جس نے درخواست دی تھی اور مدعا علیہ جو دوسرا تھا، جس پر الزام لگایا گیا تھا دونوں حاضر ہو جاؤ تا فیصلہ سنا دیا جائے۔ جب مدعی اور ملزم دونوں عدالت سے رخصت کئے گئے تو حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالیٰ کے حضور بہت دعا کی کہ اے میرے خدا میری عدالت سے کسی کیس کے متعلق ناروا فیصلہ ہونا جو تیرے نزدیک اپنے اندر ظلم کا شائبہ رکھتا ہو میں قطعاً پسند نہیں کرتا۔ تو اس مقدمہ میں میری راہنمائی فرما اور اصل حقیقت جو بھی ہے مجھ پر منکشف فرما، کھول دے۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے نہایت تضرع

سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ جو کچھ درویش نے بیان کیا ہے وہ بالکل درست ہے اور ذکر کی حالت میں اس درویش کے دل میں یہ خواہش ہم نے ہی ڈالی اور گائے کا بچھڑا بھی ہمارے ہی تصرف کے ماتحت درویش کے حجرہ میں لایا گیا اور پھر اس کا ذبح کیا جانا بھی ہمارے ہی منشاء کے مطابق ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سب کارروائی ہمارے ہی خاص ارادے کے تحت وقوع میں آئی اور اصل حقیقت یہ ہے کہ اس درویش کا والد جو بہت بڑا تاجر تھا اور مدت تک باہر تجارت کرنے کے بعد لاکھوں روپے کی مالیت حاصل کی اور کئی ریوڑ بھیڑوں اور بکریوں کے اور کئی گلے گائیوں اور اونٹوں کے اس کی ملکیت میں تھے۔ وہ واپس وطن کو آ رہا تھا اور یہ جو مدعی ہے جو یہ کہتا تھا کہ میری گائے کیوں ذبح کر لی۔ یہ نمک حرام اس درویش کے باپ کا نوکر تھا۔ جب وہ تاجر اپنے شہر کے قریب ایک میدان میں اترا اور رات کو سویا تو اس شخص نے جو اس کا نوکر تھا نمک حرامی کی اور چھری سے اس کے اوپر حملہ کر کے، اس چھری سے جس پر اس شخص کا نام بھی لکھا ہوا تھا، اس کا نام کندہ تھا اس تاجر کو قتل کر دیا اور اس میدان کے گوشے میں معمولی سا گڑھا کھود کر اس میں گھسیٹ کر ڈال دیا۔ اس میدان میں اس پر مٹی ڈال کر اس کو دفن کر دیا۔ چنانچہ حضرت داوٴدؑ کو خدا تعالیٰ نے کشفی حالت میں وہ میدان اور وہ گڑھا سب کچھ دکھا دیا اور وہ چھری بھی جس سے تاجر قتل کیا گیا تھا اور خون آلود کپڑے بھی جو اس کے ساتھ دفن کئے گئے تھے۔ یہ ساری چیزیں ان کو دکھا دی گئیں اور بتایا کہ ہم نے یہ سب کارروائی اس لئے کروائی کہ اس قاتل کے پاس جس قدر مال مویشی اور روپیہ ہے وہ سب درویش کو جو مقتول تاجر کا بیٹا ہے اور اصل وارث ہے دلایا جائے اور مدعی کو جو درویش کے باپ کا قاتل ہے قصاص کے طور پر قتل کی سزا دلائی جائے۔

جب حاضری کے لئے مقررہ دن کو یہ دونوں حاضر ہوئے تو حضرت داوٴد علیہ السلام نے اس مدعی کو کہا کہ تم اس درویش کو معاف کر دو تمہارے لئے اچھا ہو گا۔ اس مدعی نے عدالت کے کمرے میں شور ڈال دیا کہ دیکھو جی کیا عدالت ہے؟ کیا عدالت یوں ہوتی ہے مجرموں کو بجائے سزا کے مدعی سے معافی دلائی جا رہی ہے۔ ایسا عدل نہ کبھی سنا اور نہ دیکھا۔ حضرت داوٴد علیہ السلام کے بار بار سمجھانے پر بھی جب مدعی نے عدل عدل کی رٹ لگائی تو آپؑ نے فرمایا کہ بہت اچھا اب ہم عدل ہی کریں گے اور سپاہی کو حکم دیا کہ اس مدعی کو ہتھکڑی لگا لی جائے اور فلاں میدان کی طرف کوچ کیا جائے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا کہ یہ قبر کس کی ہے اور اس کا قاتل کون ہے۔ آپ نے چھری جس پر مدعی کا نام بھی لکھا تھا اور تاجر کے خون آلود کپڑے جو ساتھ ہی مدفون تھے۔ وہ سب کچھ گڑھا کھودنے سے قبل ہی بتا دیا کہ یہاں یہاں پڑے ہیں اور یہ بھی بتا دیا کہ جو مدعی ہے یہ اس تاجر کا، جو اس درویش کا باپ ہے، قاتل ہے جسے اس مدعی نے اپنی چھری سے سوئے ہوئے قتل کر دیا تھا۔ اور خدا نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے اور دکھا بھی دیا ہے۔ جیسے کہ بتایا تھا۔ اسی طرح وہاں کی چیزوں کو دیکھا۔ اسی کے مطابق قبر سے چھری بھی نکل آئی اور خون آلود کپڑے بھی نکل آئے۔

چنانچہ جب حضرت داوٴد علیہ السلام نے مدعی قاتل کو قصاص کے طور پر قتل کا حکم سنایا تو اس پر مدعی کہنے لگا کہ جناب مَیں ملزم کو معافی دیتا ہوں اور مقدمہ واپس لیتا ہوں، آپ بھی مجھے معاف فرمائیں۔ تو حضرت داوٴد نے فرمایا کہ اب معافی نہیں دی جا سکتی۔ اب وہی عدل جس کے متعلق عدل عدل کے الفاظ میں تم شور ڈالتے رہے ہو تمہارے ساتھ کیا جائے گا اور اسی کے مطابق عدالت کی کارروائی ہو گی۔ اور اس کے بعد مدعی کو درویش کے تاجر باپ کے قصاص میں قتل کا آخری حکم سنایا گیا۔ جس چھری سے تاجر کو قتل کیا گیا تھا اسی سے بعد اقرار جرم قاتل قتل کر دیا گیا اور جو کچھ مال و متاع مویشی اور روپیہ اور جائیداد وغیرہ تھی۔ تاجر کی جو چیزیں غصب کی گئی تھیں وہ سب کی سب اس درویش کو جو تاجر کا بیٹا تھا اور وہ اصل وارث تھا اس کو دے دی گئیں۔

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 165-169)

اس طرح باوجود انتہائی پیچیدہ معاملے کے اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٴد علیہ السلام کو پوری چیز کھول کر دکھا دی اور انصاف ہو گیا۔ جو عدل مانگ رہا تھا اُس کو عدل سے سزا مل گئی اور جس درویش نے سچ بولا تھا، درویشی میں عمر گزاری۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے، اس کو اس کا اجر اللہ تعالیٰ نے دے دیا۔ اگر وہ جو ملزم تھا غلطی مان لیتا تو اللہ کے پیارے بھی جو اس کا پَرتو ہوتے ہیں اس پر رحم کرتے۔ لیکن کیونکہ اس نے غلط بات پر اصرار کیا اور اپنے زعم میں دوسروں کو اپنی چالاکی سے دھوکہ دے رہا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کے بندے کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کی وجہ سے سزاوار ہوا، سزا پا گیا۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا وہ اللہ کا نیک بندہ تھا اپنی عاجزی اور نیکی اور سچائی کی جزا اُس کو مل گئی۔

اب مَیں بعض احادیث پیش کرتا ہوں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صفت سے فیض پانے کے جو طریق ہمیں سکھائے ہیں وہ بیان کئے گئے ہیں۔

عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نعمانؓ بن بشیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ حلال اور حرام واضح واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان متشابہات ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے اور جو بھی متشابہات سے بچتا رہے اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو کوئی اس میں پڑ گیا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو اپنے جانور روکی گئی فصل کے قریب چراتا ہے ممکن ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائیں۔ یاد رکھو کہ ہر مَلِک، بادشاہ کے لئے ایک روک ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی روک دنیا میں اس کے محارم، نواہی، مناہی ہیں۔ خوب یاد رکھو کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو تو سارا بدن ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہوتا ہے اور وہ دل ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الایمان باب فضل من استبراء لدینہ)

اللہ تعالیٰ نے ایک تو واضح واضح احکام فرما دیئے کہ یہ کرنے ہیں اور یہ نہیں کرنے۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں جب کسی شک و شبہ کی گنجائش پیدا ہو تو ان سے بچنا چاہئے۔ تقویٰ یہی ہے۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں سے منع کیا ہے اس کی مثال اس طرح ہے کہ جس طرح کسی بادشاہ کی کوئی رَکھ ہو اور وہاں باڑ لگی ہو۔ فصلیں لگی ہوں اور کوئی اپنی بکریاں چراتا ہوا ان میں چلا جائے۔ پھر فرمایا کہ یہ دل ایک لوتھڑا ہے، جو انسان کے جسم میں ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہو تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے۔ اگر یہ خراب ہو جائے تو سارا جسم جو ہے، بدن جو ہے، وہ خراب ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اوامر و نواہی جو ہیں جس کے کرنے کا اور نہ کرنے کا اس نے حکم دیا ہے۔ اس کے مطابق زندگی گزارنا اس مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن کے رحم کو جزا سزا کے دن جذب کرنے والا ہے۔ ورنہ انسان اللہ تعالیٰ کی سزا کے نیچے آ سکتا ہے اور دل کی نشاندہی فرما دی کہ تمہارے دلوں سے ہی نیکی اٹھتی ہے اور انہی میں سے بیماریاں پنپتی ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے تو اس کو ہر قسم کے گند سے پاک کرو۔ بعض چیزیں دیکھ کے انسان بعض دفعہ برائی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس کو احساس نہیں رہتا کہ کس گناہ میں پڑنے لگا ہے۔ اس لئے ہمیشہ دل پر نظر رکھنی چاہئے کہ یہی دل ہے جس میں آئے ہوئے خیالات اور اس کے بعد کئے گئے عمل کے مطابق پھر آپ اللہ تعالیٰ سے اجر پانے والے بھی ہو سکتے ہیں اور اس کی سزا کے مورد بھی بن سکتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ذکر کرنے والوں کی تلاش میں رستوں میں نکلتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو پا لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اپنی حاجتیں بیان کرو۔ پھر وہ ایسے لوگوں کو ورلے آسمان تک گھیرے رکھتے ہیں۔ ان کا ربّ ان سے پوچھے گا حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ وہ کہیں گے کہ وہ تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری حمد کرتے ہیں اور تیری بڑائی بیان کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہیں گے اے اللہ! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ پھر اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہیں گے کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو تیری زیادہ عبادت کرتے اور تیری بڑائی شدّت کے ساتھ بیان کرتے اور تیری تسبیح کثرت کے ساتھ کرتے۔ پھر اللہ فرمائے گا کہ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ تو فرشتے کہیں گے کہ وہ جنت مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ تو فرشتے جواب دیں گے اے اللہ انہوں نے اس کو نہیں دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی کیا حالت ہوتی۔ وہ عرض کریں گے کہ وہ اگر اس کو دیکھ لیتے تو اس کے حصول کی خواہش اور رغبت ان میں بہت زیادہ بڑھ جاتی۔ پھر اللہ پوچھے گا کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے جواب دیں گے کہ آگ سے بچنے کی۔ اللہ فرمائے گا کہ کیا انہوں نے اُسے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ! انہوں نے نہیں دیکھا۔ اللہ فرمائے گا کہ اگر وہ اس کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ تو فرشتے جواب دیں گے اے اللہ! وہ اگر اسے دیکھ لیتے تو اور زیادہ ڈرنے والے اور اس سے

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

زیادہ دور بھاگنے والے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ مَیں تم کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ مَیں نے ان کو بخش دیا، ان کے اس عمل کی وجہ سے، جنت کی خواہش کی وجہ سے، آگ سے ڈرنے کی وجہ سے ان کو بخش دیا۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرے گا کہ ان میں ایک بندہ ایسا بھی تھا جو اپنی کسی ضرورت کے لئے وہاں آ گیا تھا۔ اللہ فرمائے گا یہ ایسے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والے بھی بدنصیب نہیں ہوتے۔ اسے بھی بخشتا ہوں۔ (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ عز وجل حدیث نمبر 6408)

یہ مالک کا احسان اور انعام ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والوں کو بھی بخش دیتا ہے۔ نیکی کو بغیر دیکھے اس کی خواہش کرنے والوں کو بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہاں عدل کا سوال نہیں ہے۔ یہاں احسان تقسیم ہو رہا ہے۔ اس کا احسان اس کی مالکیت کے ثبوت کے تحت ہی ہے۔ ان نیک لوگوں میں بیٹھنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ بخش رہا ہے اور فیض پہنچا رہا ہے۔

پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت مالکیّت کے تحت اپنے بندے کے اچھے اور برے اعمال کے لحاظ سے اس سے کیا سلوک کرتا ہے۔ کس طرح اس کی نیکیوں اور بدیوں کا اندراج فرماتا ہے جو کہ جزا سزا کے دن سامنے آنا ہے۔ اس میں بھی کتنی رعایت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نیکیوں اور بدیوں کو لکھ رہا ہے پھر ان کو بیان بھی کر دیا ہے۔ پس جس نے نیکی کرنے کا ارادہ کیا لیکن اسے نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے ہاں ایک نیکی شمار کرے گا۔ نیکی کا ارادہ کیا اور عمل نہ کیا تو نیکی شمار ہوگی۔ اگر وہ اس کا ارادہ کرے اور پھر اس پر عمل بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے پاس سے دس سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اور جو کوئی بدی کا ارادہ کرلے اور پھر اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے پاس ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ بدی کا ارادہ کیا لیکن عمل نہیں کیا، جھٹک دیا، اللہ تعالیٰ نے نیکی لکھ دی اور وہ اگر اس کا ارادہ کر کے اس پر عمل بھی کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک بدی کو شمار کرے گا۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب من همّ بحسنة اوبسیئة حدیث نمبر 6491)

اللہ تعالیٰ کی صفت مالکیت کے تحت یہ احسان اور انعامات ہیں جو بندوں پر وہ کرتا ہے، جیسا کہ ہمیں پتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان صفات کا رنگ بندوں کو بھی اپنے اوپر لاگو کرنا چاہئے، چڑھانا چاہئے اور جیسے کہ ہم جانتے ہیں آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ ان صفات کا، اللہ تعالےٰ کی جو بھی صفات ہیں، ان کا اظہار اپنی ذات سے کرنے والے تھے۔ ایک دو مثالیں اب میں اس کی دیتا ہوں کہ کس طرح غلبہ اور قدرت ہونے کے باوجود جب آپؐ عرب کے بادشاہ بن چکے تھے آپؐ دشمنوں سے بھی احسان کا سلوک فرماتے تھے۔

عکرمہ بن ابوجہل کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے قتل کا حکم دیا تھا اور اس کی وجہ سے یہ تھی کہ یہ خود بھی اور ان کا جوان کے جو والد ابوجہل تھا اس نے بھی مسلمانوں کو بڑی تکلیف پہنچائی تھی اور اس میں بڑی شدت اختیار کرنے والوں میں سے تھا۔ جب عکرمہ کو یہ خبر ملی کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا ہے۔ تو یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کی بیوی جو اس کی چچازاد بھی تھی اور حارث بن ہشام کی بیٹی تھی، اسلام قبول کرنے کے بعد گئیں اور کشتی پر سوار ہونے سے پہلے عکرمہ کو جا لیا اور پکڑ لیا اور اس کو جا کر کہا کہ مَیں تیرے پاس آئی ہوں اے میرے چچازاد! (خاوند کا حوالہ نہیں دیا، چچازاد کا حوالہ دیا ہے) مَیں تیرے پاس سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ نیک سلوک کرنے والے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر کے پاس سے آئی ہوں۔ تم اپنے آپ کو برباد نہ کرو۔ مَیں نے تمہارے لئے امان طلب کر لی ہے۔ جانے سے پہلے اس کے لئے آنحضرت ﷺ سے امان طلب کر کے گئی تھیں کہ اگر مَیں اُسے لے آؤں تو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اگر وہ آ جائے اور اطاعت میں رہے گا تو ٹھیک ہے۔ تو خیر باتیں ہوتی رہیں بڑی مشکل سے مان کر عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ واپس آئے۔ تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے محمدؐ ﷺ میری بیوی نے مجھے بتایا ہے کہ آپؐ نے مجھے امان دے دی ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ درست کہتی ہے کہ تمہیں امان دی گئی ہے۔ تو اس بات کو سن کر عکرمہ نے کلمہ پڑھ دیا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ۔ پھر عکرمہ نے شرم کے باعث اپنا سر جھکا لیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے عکرمہ! ہر وہ چیز جو میری قدرت میں ہے اگر تم اس میں سے کچھ مجھ سے مانگو تو مَیں تم کو عطا کر دوں گا۔ جتنا بھی ملکیت کا دائرہ ہے، جو کچھ میری قدرت میں ہے، مانگو مَیں تمہیں دوں گا۔ عکرمہ نے کہا کہ مجھے میری وہ تمام زیادتیاں معاف کر دیں جو مَیں آپؐ سے کرتا رہا ہوں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعِکْرِمَہ کُلَّ عَدَاوَۃٍ عَادَانِیْھَا اَوْ مَنْطِقٍ تَکَلَّمَ بِہٖ اے اللہ! عکرمہ کو ہر وہ زیادتی جو وہ مجھ سے کرتا رہا ہے بخش دے یا آپؐ نے یہ فرمایا کہ اے اللہ! عکرمہ میرے بارے میں جو بھی کہتا رہا ہے اسے بخش دیا۔ (السیرة الحلبیه لعلامه ابو الفرج نورالدین۔ ذکر فتح مکه شرفها الله تعالیٰ جلد 3 صفحه 132)

پھر فتح مکہ کے موقع پر ہی تاریخ میں آتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے قریش کے گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری زمانہ جاہلیت والی نفرت کو ختم کر دیا ہے اور اسے آباء واجداد کے ذکر کے ساتھ عظمت دی ہے اور تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ پھر آنحضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (سورة الحجرات: 14) اے لوگو یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ لیکن اللہ دائمی علم رکھنے والا اور ہمیشہ باخبر ہے۔

پھر فرمایا: اے قریش! تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟ قریش نے کہا کہ ہم آپؐ سے بھلائی کی ہی امید رکھتے ہیں کیونکہ آپؐ ہمارے معزز بھائی اور ہمارے معزز بھائی کے بیٹے ہیں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سہیل بن عمرو نے اس سوال پر کہا کہ ہم اچھی بات کرتے ہیں اور آپؐ سے اچھی امید وابستہ کرتے ہیں۔ کیونکہ آپؐ ایک معزز بھائی اور معزز بھائی کے بیٹے ہیں اور آپؐ ہم پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔ قریش کا یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ویسا ہی کہتا ہوں جیسا کہ میرے بھائی یوسفؑ نے کہا تھا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُاللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (یوسف:93) آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں بخش دے گا۔ وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ جاؤ تم سب لوگ آزاد ہو۔ کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ لوگ ایسے نکلے جیسے قبروں سے نکلے ہوں اور بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

(تلخیص از السیرة الحلبیه جلد 3 صفحه 140-141 فتح مکه۔ مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

جب غلبہ اور قدرت مل گئی، جب آپؐ بادشاہ بن گئے تو تب بھی آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا پَرتو بنتے ہوئے احسان کا سلوک فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کے پَرتو بنتے ہوئے اس نبی کی سنت پر چلتے ہوئے، اپنے نفسوں کو قابو میں رکھتے ہوئے، اپنے اپنے دائرے میں ایک دوسرے سے احسن سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جزا سزا کے دن ہم ایسے عمل لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں جو اس کے رحم اور بخشش کو کھینچنے والے ہوں۔

خطبہ ثانیہ میں حضور انور نے فرمایا:

آج ربوہ سے ایک اطلاع ہے کہ ہمارے سلسلہ کے بہت پرانے کارکن چوہدری عبداللطیف صاحب اوورسیئر پرسوں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ بڑے پرانے احمدی تھے۔ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے ان کو ان کے عزیزوں نے تمام جدّی جائیداد اور مکانات وغیرہ جو بھی تھے سب سے محروم کر دیا۔ اور بیعت کرنے کے بعد پھر وصیت بھی کی، زندگی وقف بھی کی اور تحریک جدید میں رہے اور شروع میں جو ربوہ کی آبادکاری ہوئی ہے اس میں یہ شامل تھے۔ تمام پلاننگ نقشے اور ساری نشاندہی وغیرہ انہوں نے اس ٹیم میں شامل ہو کر بڑی محنت سے کی بلکہ ربوہ کے ہر پلاٹ کی، سڑک کی، ہر کونے کی حد بندی ان کو زبانی یاد تھی۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے نکالا ہوا تھا۔ اپنے کام میں بڑے اصولی اور سخت تھے۔ کسی قسم کی رعایت نہیں کرتے تھے اور بڑے محنتی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ ربوہ کے جو ابتدائی لوگ ہیں یہ ان میں سے تھے اور بہر حال ربوہ کے نام کے ساتھ جب بھی تاریخ میں نام آئے گا ان لوگوں کا نام بھی آئے گا۔ ابھی نماز جمعہ کے بعد میں انشاء اللہ ان کا جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بقیہ : اسلامی اور مسیحی جنگوں کا مقابلہ از صفحہ نمبر 4

694ء میں طالیدو کی چودھویں مجلس نے یہودیوں کے بچوں کو چھین لینے کا پھر حکم دیا۔ بعض حالات میں یہودیوں کے بچوں کو کنیسوں میں محبوس رکھنے کا حکم دیا گیا تھا تاکہ عیسوی مذہب میں نجات پا کر وہ ہمیشہ کی لعنت سے بچ جاویں۔

615ء میں ملک فرانس میں پیرس کی کونسل نے قانون نافذ کیا کہ کوئی یہودی کسی عیسائی پر کوئی مقدمہ نہیں کر سکے گا کہ وہ بشپ سے بپتسمہ کا فضل نہ پالے۔

630ء میں کثیر التعداد یہودیوں کو مجبور ہو کر اس ملک سے بدر ہونا پڑا کیونکہ یہ قانون بنایا گیا تھا کہ تمام لوگ جو یسوع مسیح پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس سلطنت سے باہر چلے جاویں۔

صلیبی جنگوں میں یہودیوں پر خاص طور سے خطرناک ظلموں کی بوچھاڑ ہوئی تھی۔ چنانچہ گبن نے لکھا ہے: ”وردن، طریویز، منٹر، سپائرز، ورمس میں ہزاروں بدنصیب یہودی لوٹ لئے گئے اور تہ تیغ کر دیئے گئے۔ یہ ایسی سخت مصائب کا زمانہ تھا کہ ہیڈرین کے حادثہ کے بعد یہودیوں نے کبھی ایسا خونریز صدمہ نہ دیکھا تھا۔ کچھ جو بچ گئے وہ بشپوں کی ہمت سے بچے کیونکہ انہوں نے منافقانہ طور پر دین عیسوی قبول کر لیا تھا۔ لیکن یہودی اپنے مذہب پر اَڑے تھے اُنہوں نے پورے مذہبی جوش سے عیسائیوں کے مذہبی جوش کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے گھروں کو مضبوط طور پر محفوظ کر کے اپنے بیوی بچوں اور مال و دولت کو دریاؤں میں پھینک دیا۔ اور آپ بھی دریاؤں میں کود کر اپنے دشمنوں کے عناد اور بغض یا اگر بطور تنزل کہا جائے تو ان کے لالچ کو مایوس کر دیا جو کسی طرح سے ٹھنڈا ہوتے ہی نہ تھے۔“

اسی طرح ملمین نے لکھا ہے۔ ”اس قوم (یہودیوں) کے خوفناک قتل جو جرمنی کے آباد شہروں اور دریائے رائین کے کناروں پر صلیب کے سپاہیوں کے ہاتھ سے وقوع میں آتے رہے وہ بائبل کے بعید تر دشمنوں کو مطیع بنانے سے کم کارِ ثواب نہ سمجھے جاتے تھے۔“

بیسینج کا بیان ہے کہ ”ورمز میں یہودی لوگ بشپ کے محل میں پناہ گزین ہوئے۔ وہیں انہیں مجبور کیا گیا کہ دو باتوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لو خواہ دین عیسوی قبول کر و یا اپنے سر تلوار سے قلم کراؤ۔ بعض نے عیسائی دین قبول کر لیا۔ لیکن جنہوں نے قبول نہ کیا وہ خودکشی پر مجبور ہوئے۔ ترپویز میں جب عیسائی غازیوں کو حملہ کی نیت سے اس طرف آتے سنا تو یہودی ماؤں نے اپنی لڑکیوں کو گلے گھونٹ کر مار ڈالا۔“

بوریا میں بارہ ہزار یہودی بے رحمی سے قتل کر دیے گئے۔ جہاں کہیں عیسائی مجاہد جاتے وہاں یہودی بیچاروں کی قسمت تلوار یا بپتسمہ ہی ہوتا۔

انگلستان میں بھی ان کو ایسی ہی بدنصیبیوں کا سامنا ہوتا رہا اور وہ نہایت بے رحمی اور بے دردی سے قتل کئے گئے اور لوٹ لئے گئے۔

ہیکر لکھتا ہے کہ ”ہرکہ ومہ نے اس بات کی حلف اُٹھالی کہ آگ اور تلوار سے یہودیوں کی بیخکنی کر دیں گے اور ان کے محافظوں کے پنجوں سے انہیں چھین لیں گے۔ ان محافظوں کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ سارے ملک جرمنی میں بہت تھوڑی جگہیں ایسی شمار میں آسکتی تھیں جہاں وہ باغی شمار ہو کر قتل نہ کئے گئے ہوں یا جلائے نہ گئے ہوں۔.... بسل میں یہودیوں کو جلانے کے لئے ایک چوبی مکان تیار کیا گیا اور جتنے یہودی وہاں تھے جن کی تعداد بہت بڑی تھی اس مکان میں اکٹھے بلائے گئے اور صرف عام لوگوں کے شور مچانے کی وجہ سے بغیر تحقیقات اور کسی عدالت کے حکم کے اس مکان کے دروازے بند کر کے اس کو آگ لگا دی گئی۔ اور سب کے سب یہودیوں کو وہیں جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی عدالتی تحقیقات بھی ہوتی تو ان کو اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا۔“

اس سے تھوڑا عرصہ بعد فرے برگ میں ایسا ہی واقعہ ہوا۔ اور پھر سپیرز میں یہودیوں سے ایسے ظلم کیے گئے کہ وہ جان سے تنگ آ گئے اور اپنے مکانوں میں داخل ہو کر انہیں آگ لگا دی اور خود ان میں اپنے بال بچوں سمیت جل کر کباب ہو گئے۔ چند آدمی جو اُن میں سے بچ رہے ان کو مجبوراً بپتسمہ دیا گیا۔ مُردوں کی لاشوں کو شراب کے خالی پیپوں میں بند کر کے دریائے رائین میں اس لئے پھینک دیا گیا کہ ان سے کہیں ہوا خراب نہ ہو جائے۔... سٹراسبرگ میں یہودیوں کے قبرستان میں ایک بڑا تختہ بنا کر دو ہزار زندہ یہودیوں کو جلا دیا گیا۔ تھوڑے سے آدمیوں نے بپتسمہ لینے کا وعدہ کر لیا تو انہیں اور ان کے بال بچوں کو اُتار لیا گیا۔ بعض عورتوں کی جوانی اور حسن دیکھ کر ترس غالب ہوا۔ اور ان کی مرضی کے خلاف ان کو موت سے بچا لیا گیا۔ بعض جو زور سے بھاگ نکلے تھے ان کا پیچھا کر کے بازاروں میں مار ڈالا گیا۔“

ملک ہسپانیہ میں فرڈیننڈ اور اذابیلا کی تخت نشینی کے موقع پر عیسائیوں نے یہودیوں اور مسلمانوں پر برابر ناگفتہ بہ ظلم کئے۔ 30 مارچ 1492ء کو ان عیسائی بادشاہوں نے یہ اعلان کیا کہ تمام غیر عیسائی لوگ جنہوں نے بپتسمہ حاصل نہیں کیا اخیر جولائی تک اس سلطنت کی حدود سے باہر نکل جائیں۔ اس حکم میں یہ بھی لکھا تھا کہ کسی ایسے شخص کو چاندی یا سونا ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں۔ ان کی اس مصیبت کو لنڈو اس طرح بیان کرتا ہے۔ ”ان خانماں بدر تباہ حال بدقسمت لوگوں کو جو جو مصیبتیں جھیلنی پڑیں وہ احاطہ بیان میں نہیں آسکتیں۔ بعض کشتیوں کو ہی آگ لگ گئی اور وہ بیچارے یا تو آگ میں بھونے گئے یا پھر غرق ہو گئے۔ اور جو اس بلا سے بچے وہ چونکہ بہت کوٹ کوٹ کر لادے گئے تھے اس لئے وہ بھی ڈوب ہی مرے۔ اکثروں کی برگشتگی قسمت نے کشتیوں کو توڑ کر... انہیں کسی بنجر کنارے پر جا ڈالا جہاں بھوک اور پیاس نے ہی پیغام اجل سنا دیا۔ اور جو یہاں سے بھی جانبر ہو گئے ان کی زندگی ان کے لیے اَور قسم کی تباہیوں اور مصیبتوں سے لبریز ثابت ہوئی۔ بعض ناخداؤں نے شرارت کی وجہ سے عمداً بحری سفر کو لمبا کر دیا تاکہ ان بدبخت مظلوموں کا رہا سہا مال و اسباب پانی اور خوراک خریدنے پر صرف کرا کے اور نہیں تو انہیں قلاش اور بے نوا ہی کر دیا جائے۔“

ان بے گھر اور بے در مفلوک الحال بدنصیبوں میں سے بعض ساحل جینوا پر جا لگے۔ وہاں بھی ان کے لئے وہی تباہی تیار تھی۔ لیکن بعض بڑے رحم دل عیسائیوں نے وہاں انکے حال پر ترس کھا کر ان کی مدد کی۔ اور وہ مدد بھی یہی تھی کہ اگر جان اور کھانے کا سامان چاہتے ہو تو صلیب پر ایمان لے آؤ ورنہ کچھ نہیں ملے گا۔ ایسی حالت میں اب ان کو سوائے تسلیم کے چارہ ہی کیا ہو سکتا تھا۔

ایسا ہی پرتگال میں ان مغضوب علیہم لوگوں کے لیے وہی سختیاں تقدیر میں لکھی تھیں۔ وہاں کے رئیس ڈان عمانوئیل کو فرڈی ننڈ اور اذابیلا نے اپنی لڑکی کا بیاہ اس شرط پر دیا کہ وہ مسلمانوں اور یہودیوں کو اپنے ملک سے نکال دیوے۔ چنانچہ ماہ دسمبر 1496ء میں یہ حکم نافذ کیا گیا تھا کہ تمام یہودی جنہوں نے عیسائی دین قبول نہیں کیا وہ دو مہینے کے عرصہ میں ملک پرتگال کے حدود سے باہر چلے جاویں۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد پھر یہ حکم جاری کیا گیا کہ یہودیوں کے تمام بچے جو چودہ سال سے کم عمر کے تھے والدین سے جبراً چھین لیے جائیں اور عیسوی دین میں ان کی تربیت کی جائے۔ ان پاکیزگی کے مدعی عیسائیوں نے اس وحشیانہ فرمان کی بڑی دلچسپی سے تعمیل کی۔

اور اس دردانگیز اور وحشت خیز نظارہ کو لنڈو اس طرح سے بیان کرتا ہے کہ ”آہ! وہ کیسا وحشت انگیز اور دردناک نظارہ تھا کہ جب ان بیکس اور مصیبت اور مامتا کی ماری ماؤں کی گودوں اور چھاتیوں سے ان کے پیارے ننھے بچے سختی اور زور سے چھین لئے گئے۔ اور بیچارے مقہور و مظلوم باپ جو معصوموں کو شفقتِ پدری کی گودوں میں لئے ہوئے تھے انہیں کھینچ گھسیٹ کر ان سے ان کے بچے لے لئے گئے۔ اس وقت کے آہ و نالے اور فغاں اور ٹھنڈی سانسیں اور عورتوں کی چیخیں اور رونے کے نعرے جن سے کرّہٴ ہوا پُر ہو گیا تھا نہایت ہی دردانگیز تھے۔ ان ظلموں سے تنگ آ کر بعض لوگوں پر ایسی حالت طاری ہو گئی تھی کہ انہوں نے اپنے بچوں کو اپنے ہاتھوں سے کوؤں میں پھینک کر ہلاک کر دینے کو بہتر سمجھا۔ بعض بیچارے جانوں سے ہی ایسے ہاتھ دھو بیٹھے کہ خودکشی کر لینا ہی اس وقت پسند کیا۔“

لیکن ان کی مصیبتیں ابھی یہیں تک ختم نہ ہوئیں۔ بلکہ ایک اور تازہ قانون بنایا گیا کہ جن یہودی بچوں کی عمر چودہ اور بیس سال کے اندر ہو ان کو بھی جبراً والدین سے چھین کر بپتسمہ دیدیا جاوے۔ اس طرح بے شمار بچوں کو گروہ در گروہ بالوں اور بازوؤں سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے گرجوں میں لاتے اور جبر اور سختی سے بپتسمہ کا پانی اور نئے نام قبول کراتے۔ اور یہ بچے کیتھلک سلسلہ کے معلموں کے حوالے کر دیئے جاتے۔ پھر انکے والدین بھی گرفتار کر کے ان کو یہ طمع دی جاتی کہ اگر تم عیسائی دین قبول کر لو تو تمہیں تمہاری اولاد دے دی جاوے گی۔ خدانخواستہ اگر ان میں سے کوئی انکار کر بیٹھتا تو تین دن متواتر بے آب و دانہ زندان میں محبوس رکھے جاتے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایسے شیطانی اور وحشت انگیز قانون کے برخلاف کوئی فانی انسان استقلال دکھا سکے۔ لیکن یہودی لوگ باوجود ان تمام ایذاؤں کے متزلزل نہ ہوئے جو قوم یہود کے لیے باعث فخر امر ہے۔ مگر ان کے استقلال دکھانے پر ان کو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ چنانچہ آخرکار یہ حکم جاری کیا گیا کہ جس طرح نوجوان بچوں کو بہ جبر بپتسمہ دیا گیا ہے اسی طرح باقی لوگوں کو بھی دیا جاوے۔ چنانچہ ہر طبقہ کے مرد اور عورتیں کیا جوان اور کیا بوڑھے کشاں کشاں گرجوں میں لائے گئے اور وہاں ان کو زندگی کا بپتسمہ دیا گیا اور عیسائیوں کے ہجوم فرط جوش میں تماشا دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور قہقے لگاتے تھے۔“ (مُلکتاّ)

عیسوی دین نے اپنی اشاعت کے لیے جس جس طرح خلق خدا کا خون بہایا اس کی بہت تھوڑی مثالیں اس جگہ لکھی گئی ہیں۔ جس طرح اس دین کی ترقی کے لیے ان مشہور خونریز افعال کا شارلمین مرتکب ہوا جس نے مذہب کو بزور شمشیر پھیلایا۔ اور جس طرح بیگناہ مسلمانوں کو ٹھنڈی چُھری سے ملک ہسپانیہ میں ذبح کیا گیا یہ دو اور قابل ذکر نمونے ہیں جن سے صاف عیاں ہو رہا ہے کہ مذہب پھیلانے کے لیے مدت دراز تک جبر اور عقوبت کے اصول پر یہ دین قائم رہا۔

اس میں کلام نہیں کہ ان اصول کی حمایت اور پاسداری وہی لوگ کرتے تھے جو مذہبی عہدہ دار ہوتے تھے۔ انہیں ان ناہنجار اصول کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ جہاں کہیں کبھی کسی بادشاہ کے دل میں مظلوموں کی رحم انگیز آہ وفریاد پر ترس آتا اور ان کی التجاؤں کو رحم کی وجہ سے منظور کرنے کی طرف وہ رغبت بھی کرتا تو یہ پادری صاحبان اپنے رسوخ اور دباؤ سے ان کو اس انسانی طریق سے باز رکھتے۔ لکھا ہے کہ جب فرڈیننڈ اور اذابیلا کا یہ حکم شائع ہوا کہ جو کوئی یہودی تثلیث اور صلیب کے مذہب پر ایمان نہیں لاوے گا وہ حدود ہسپانیہ سے باہر نکل جاوے تو اس وقت ایک بڑا باحیثیت اور رسوخ والا یہودی بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر اس کے پاؤں پر گر پڑا اور اس حکم کو منسوخ کرنے کے عوض میں بہت بڑی رقم پیشکش کرنے کی درخواست کی۔ اس پر بادشاہ اور اس کی رانی کا دل پگھل آیا اور وہ اس درخواست کے قبول کرنے پر کچھ آمادہ بھی ہو گئے۔ لیکن پادری صاحبان انجیلی تعلیم کے مطابق ہمیشہ سے دشمنوں سے ایسی محبت کرتے چلے آئے ہیں کہ وہ اس بات کو گوارا ہی نہیں کر سکتے تھے کہ عیسائی حکومت میں وہ لوگ زندہ رہنے پائیں۔

ملمین لکھتا ہے کہ ”محکمہ انکویزیشن کے افسر یہودی کی اس درخواست پر ڈر گئے۔ (کہ مبادا بادشاہ لالچ میں آ کر یہ منظور کر لے)۔ بادشاہ اور اس کی ملکہ کا دل انسانیت کے خیالات اور انصاف کے برخلاف لوہے کی طرح سخت بنا دیا گیا تھا مگر اندیشہ یہ تھا کہ رقم کے پیش کرنے سے جو مفاد نظر آتا تھا وہ اپنا اثر نہ کر جائے۔ اسی وقت طامس یسوع مسیح کا ایک بت جو صلیب پر لگا ہوا تھا لے کر بادشاہ کے آگے بڑھا اور بُت کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ یہ وہ ہے جسے یہودا نے تیس درم نقرئی کے عوض بیچ ڈالا تھا۔ اب اگر آپ اسے بہت بھاری معاوضہ پر بیچ دیں گے تو خدا کے سامنے اس بات کی جوابدہی کرنی ہو گی۔ سنگدل پادری کی اس بات سے بادشاہ کانپ اٹھے اور بیچارے یہودیوں کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ یا تو عیسائی دین قبول کریں اور یا ملک چھوڑ بھاگیں۔“

یہ ہے عیسائی دین کے مذہبی جنگوں کا کچّا چٹھا اور یہ نہ صرف عیسائی بادشاہوں کی بلکہ زیادہ تر ان لوگوں کی کرتوتیں ہیں جن کو روح القدس نے یسوع مسیح کی خوشخبری اور اس کا دین پھیلانے کے لئے الہام کئے۔

پھر عجیب بات ہے کہ جب ہر ایک عیسائی آنکھیں بند کر کے اندھا دھند لوگوں کو جبراً عیسائی بنانے کے کام میں لگا ہوا تھا تو ان سخت ظالمانہ اور وحشیانہ فعلوں کو دیکھ کر ایک بھی آواز نہ دیتا کہ یہ اشاعت دین عیسوی نہیں بلکہ سراسر ظلم اور ناحق کی خونریزی ہے۔سینکڑوں برسوں تک ساری عیسائی دنیا مذہب پھیلانے کے لیے اس قسم کی ناگفتہ بہ ظالمانہ کارروائیوں کو اپنے مذہب کا ایک نہایت ضروری مسئلہ سمجھتی رہی۔

اس میں شک نہیں کہ اگر یہ تیرہ و تار جابرانہ اور بے رحمانہ اذیتیں شاذ و نادر ہوتیں یا ان کے مرتکب کبھی کوئی ظالم مزاج سفّاک طبع بادشاہ ہی کہیں کہیں ہوتے اور عام طور پر عیسائی اور ان کے پیشوا پادری لوگ اپنی مساعی کو ان شیطانی افعال کے انسداد کرنے اور بے گناہوں کی جانوں کو ناحق کے خون سے بچانے میں لگاتے تو اس حال میں عیسائی مذہب جن الزاموں کا مرتکب ثابت ہے ان سے کسی حد تک بری رکھا جا سکتا تھا۔لیکن جن حالات اور واقعات کے نیچے یہ درد انگیز اور خطرناک ظلم کئے گئے۔ان سے ان سیاہ کاریوں کی تصویر اور بھی تاریک ہو جاتی ہے کیونکہ یہ ظلم اُن لوگوں پر کئے گئے اور یہ ایذائیں اُن بندگانِ خدا کو پہنچائی گئیں جو یہ نہیں کہ بطور حریف میدان مقابلہ میں کھڑے تھے بلکہ بحیثیت رعایا ان کے ظلّ حکومت میں بستے تھے اور انہی عیسائیوں کو اپنا ملجا اور ماویٰ سمجھتے تھے۔کس قدر دردانگیز نظارہ ہے کہ انہوں نے اپنی ہی بے کس رعایا پر زور بازو دکھایا جو مقابلہ کرنا ہی نہ چاہتے تھے اور اگر چاہتے تو کر ہی نہ سکتے تھے۔پس یہ خونریزی کی ایک نہایت ہی خطرناک تصویر ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بتاریخ 27/مارچ 2007ء قبل نماز ظہر مسجد فضل لندن میں مکرمہ نصرت احمد صاحبہ (اہلیہ مکرم سعید احمد صاحب آف ٹوٹنگ) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرمہ نصرت احمد صاحبہ 23 مارچ کو 66 سال کی عمر میں لندن میں وفات پا گئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔یہ اپنی فیملی کے ساتھ جون 2004ء میں جرمنی سے انگلستان شفٹ ہوئی تھیں۔نیک اور مخلص خاتون تھیں۔مرحومہ نے پسماندگان میں میاں کے علاوہ دو بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

اس موقع پر حسب ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھی گئی۔

(۱) مکرم الحاج شیخ سمیع اللہ صاحب

(ابن مکرم حاجی محمد عبداللہ صاحب مرحوم۔سفینہ پرنٹ والے) مکرم شیخ سمیع اللہ صاحب 7 فروری کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔مرحوم بہت نڈر اور جوشیلے احمدی تھے۔خدام الاحمدیہ میں مختلف حیثیتوں میں کام کیا۔انصار اللہ میں بھی مسلسل خدمت کی توفیق پائی۔1984ء کے آرڈیننس کے بعد کلمہ کیس میں دو بار جیل بھی جا چکے ہیں۔جماعتی مقدمات میں ذاتی اثر و رسوخ اور تعلقات کی بناء پر ہمیشہ معاونت کرتے رہے۔ان کی اہلیہ مکرمہ بشریٰ سمیع اللہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ فیصل آباد کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔

(۲) مکرمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم مظفر حسین عباسی صاحب مرحوم سابق انسپکٹر بیت المال ربوہ)

مکرمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ 22 فروری 2007ء کو 79 سال کی عمر میں ربوہ میں وفات پا گئیں۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔مرحومہ موصیہ تھیں۔جماعت کے ساتھ اخلاص کا تعلق رکھنے والی نیک خاتون تھیں۔پسماندگان میں 6 بیٹیاں اور 6 بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁

میں صلح کو پسند کرتا ہوں

”میں صلح کو پسند کرتا ہوں اور جب صلح ہو جاوے پھر اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہئے کہ اس نے کیا کہا یا کیا کیا تھا۔میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جس نے مجھے ہزاروں مرتبہ دجّال اور کذّاب کہا ہو اور میری مخالفت میں ہر طرح کوشش کی ہو اور وہ صلح کا طالب ہو تو میرے دل میں خیال بھی نہیں آتا اور نہیں آسکتا کہ اس نے مجھے کیا کہا تھا اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا ہاں خدا تعالیٰ کی عزّت کو ہاتھ سے نہ دے۔یہ سچّی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اس کو کینہ ور نہیں ہونا چاہئے اگر وہ کینہ ور ہو تو دوسروں کو اس کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ جہاں ذرا اس کے نفس اور خیال کے خلاف ایک امر واقع ہوا وہ انتقام لینے کو آمادہ ہو گیا۔اسے تو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جاوے پھر بھی پرواہ نہ کرے۔

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو۔دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنا لی جاوے۔نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اس طرح پر وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے اس لئے اس سے بچتے رہو۔میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خُلق کرنا بھی ایک موت ہے۔میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دے دے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے۔“

(ملفوظات۔جلد پنجم صفحہ 69 جدید ایڈیشن)

❁❁❁❁❁❁

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی مجالس عرفان سے

قرآن مجید کی رکوعوں اور پاروں میں تقسیم اور سجدہ تلاوت کے بارہ میں راہنمائی

سوال: میں قرآن کا انگریزی ترجمہ پڑھتا ہوں کیونکہ عربی نہیں جانتا تو کیا مجھے ثواب ملے گا؟

جواب:۔ قرآن مجید عربی میں پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ خدا کی زبان اور اس کا کلام ہے اس کے علاوہ تراجم بھی مختلف ہوتے ہیں جو قرآن کی تلاوت کا بدل نہیں ہو سکتے صرف ترجمہ پڑھنا جزوی ثواب ہے تلاوت اور ترجمہ دونوں پڑھنا ضروری ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 16 جنوری 1998ء)

❁❁❁❁❁❁

سوال: قرآن مجید سیپاروں اور رکوعوں میں منقسم ہے رکوع کا کیا مطلب ہے؟

جواب:۔ یہ نشانات وغیرہ علماء نے بعد میں ایجاد کئے تاکہ قرآن مجید کے حفظ میں آسانی ہو اور تا کہ پڑھنے والوں کو پتہ ہو کہ میں نے کہاں تک پڑھا ہے یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں اور رکوع بنانے والوں نے موضوعات کے مطابق علامتیں مقرر کیں یہی حال باقی نشانات مثلاً ربع نصف، ثلث، وغیرہ کا ہے لیکن سورتوں کی تقسیم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے مثلاً البقرہ کا آغاز اور اختتام خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کیا گیا اسی طرح باقی سورتوں کا حال ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 12 مارچ 1999ء)

❁❁❁❁❁❁

سوال: سجدۂ تلاوت کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: حضور نے ترجمۃ القرآن کلاس نمبر 249 میں آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے اس بارہ میں طرز عمل کے متعلق بتایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب بھی سجدہ والی آیت پڑھتے اور ہم آپ کے ساتھ ہوتے تو آپؐ اور ہم سب سجدہ کرتے حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سورہ نجم کی سجدہ والی آیت کی تلاوت پر سجدہ کیا اور ہم سب نے بھی سجدہ کیا۔حضرت زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سورۃ نجم پڑھ کر سنائی تو آنحضرت ﷺ نے اس آیت پر سجدہ نہ کیا اور نہ ہی میں نے کیا۔

حضور انور نے فرمایا تو کیا یہ نتیجہ ہے کہ کسی اور کی تلاوت پر سجدہ کرنا فرض نہیں اگر وہ امام نہ ہو۔حنفی لوگ تو سجدہ ضروری سمجھتے ہیں اور دیگر فقہاء اسے اختیاری عمل قرار دیتے ہیں جیسے سورہ نجم کی تلاوت کے دوران ہوا۔جہاں آنحضرت ﷺ نے سجدہ کیا وہاں تلاوت رسول اللہؐ خود فرما رہے تھے۔کسی اور کی تلاوت سے آپؐ پر کوئی اثر نہ پڑا۔گویا اگر کوئی شخص خود پڑھ رہا ہو تو وہ سجدہ کرے۔

حنفیوں کے علاوہ باقی لوگ کہتے ہیں کہ اگر سجدہ نہ کرنا گناہ ہوتا تو حضور اکرمؐ زیدؓ کو حکم فرماتے کہ تم پڑھ رہے ہو اور سجدہ کیوں نہیں کر رہے۔

☆......ایک اور روایت یہ ہے کہ ایک جمعہ کے روز حضرت عمرؓ نے منبر پر بیٹھ کر سورۃ النحل کی تلاوت کی اور پھر منبر سے نیچے اتر کر سجدہ کیا اگلے جمعہ حضرت عمرؓ نے پھر سورۃ النحل کی تلاوت کی اور لوگوں سے کہا ”اے لوگو! ہم سجدے والی سورۃ پڑھتے ہیں اگر سجدہ کر لیں تو اچھا ہے اور اگر نہ کریں تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت فرض نہیں کیا۔ہم پر چھوڑ دیا ہے۔

گویا حضرت عمرؓ نے دوران خطبہ سجدہ تلاوت کے بارے میں جو کچھ کہا اس سے کسی صحابی نے کوئی اختلاف نہ کیا تو یہ صرف حضرت عمرؓ کی رائے نہ تھی بلکہ اجماع ہو گیا۔سجدہ کرنے پر ثواب ہوگا اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔حنفی لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرت عمرؓ کا ذاتی استدلال تھا۔

حضور انور نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کی سنت کو زیادہ جانتے اور سمجھتے تھے اور حضرت مسیح موعود نے اجماع کو اہم قرار دیا ہے۔آخر میں حضور نے فرمایا کہ میں ذاتی طور پر اطمینان قلب کیلئے یہی اعتقاد رکھتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہے سجدہ کر لیا جائے اس میں روح کی تسکین ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 19 جون 1998ء)

❁❁❁❁❁❁

سوال: تلاوت قرآن کے دوران جو سجدے آتے ہیں ان کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:۔ مختلف روایتیں ہیں۔بعض کے مطابق تو بعض ائمہ نے تجویز کیا ہے کہ یہاں سجدہ کر لینا چاہئے۔مثلاً ایک سجدہ کے مقام پر لکھا ہوا ہے عندالشافعی یعنی حضرت امام شافعی کا خیال تھا کہ یہاں سجدہ کر لینا چاہئے۔بعض جگہ کچھ بھی نہیں لکھا ہوا۔تو لوگ روایتوں سے ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ کس نے پہلی دفعہ یہاں سجدہ کیا۔مگر آنحضرتؐ سے یہ ثابت ہے کہ سجدے کی آیت پڑھی گئی۔آپؐ نے سجدہ نہیں کیا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سختی سے لوگ عمل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ویسی سختی نہیں کی۔روح سجدہ ریز ہونی چاہئے اصل بنیادی بات یہ ہے اور جسم کا سجدہ ساتھ ہو جائے تو بہتر ہے لیکن اگر جگہ نہ ہو توفیق نہ ہو تو کوئی بھی حرج نہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 8 مئی 2000ء)

❁❁❁❁❁❁

میں بھی کھینچوں قامتِ جاناں

(محمد مقصود احمد منیبؔ۔ ربوہ)

مکرم چوہدری محمد علی صاحب مضطرؔ کے مجموعۂ کلام ''اشکوں کے چراغ'' کے حوالہ سے ایک تحریر

بے حد شفیق، سراپا محبت ہی محبت وجود، احساس کی حساسیت کے خمیر سے گوندھا ہوا اپنی ہی طرز کا شخص، اُس کی مسکان محبت، اُس کی ہر ایک ادا محبت، اُس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ معطر، اُس کے قلم کی ہر ادا لطیف، ایک دلبرانہ شخصیت۔ جمالی اداؤں کے کیا ہی کہنے:

جاگ اے شرمسار آدھی رات
اپنی بگڑی سنوار آدھی رات

اور شان جلالی اس سے بھی نرالی:

ان عقل کے اندھوں کو اللہ ہدایت دے
جو کام کیا الٹا جو بات کی پیچیدہ

آپ کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح میرے سامنے ہے جبکہ آپ کی کتاب'' اشکوں کے چراغ'' گنجینۂ معانی، استعارات اور تشبیہات کے دریاؤں اور اِٹھلاتی ہوئی کئی ایک پہاڑی ندیوں کو اپنے جلو میں لئے، من میں سمیٹے میرے سامنے بند پڑی ہے اور میرا ذہن و دل، دل و دماغ ایسا ہے گویا آپ کی نظم:

دیدہ و دل میں کھول رہے ہیں درد کے اوقیانوس

اسپ قلم تو چلنے سے پہلے ہی تھک گیا، اس کی نوک ٹوٹ گئی اور سیاہیاں خشک ہوگئیں۔ کہاں میں کم ذات اور بے بساط اور کہاں یہ کھلی ہوئی بند کتاب! مجھے اپنا ایک مصرع یاد آ گیا:

کھل چکا ہے اور پھر بھی راز ہے

پھولوں میں لپیٹ لپیٹ کر پتھر مارنا تو کوئی آپ سے سیکھے، سرِ اوجِ دار پھول کھانا، سرِ صلیب کا سر کو اونچا کرنا، چہروں کی چادر تان کر دھوپ کو ٹھنڈا کرنا، آگ سے آگ بجھانا، چاند نگر کے چشموں کا خون اُگلنا، ہجومِ رنگ سے گھبرا کر صبا کا گلشن سے باہر آ جانا، اُس کے بولنے سے سارے جہان کا بول اُٹھنا، صبح کو رو رو شام کرنا، زیرِ لب کہنا' برملا کہنا، اپنے اندر کی سیاحت کرنا، مجھ کو میرے رُو برو نہ کرنا، فرقت کو وصال کر دینا، طرفہ تماشا کرنا، آدھی رات کے آنسو کا ڈھلنا، رُوح کے جھروکوں سے اِذنِ خودنمائی دینا، بن میں کانٹا سا کھڑے ہونا، کشتۂ تیغِ اَنا لگنا، تیل کے تالاب میں مچھلی کا منظر دیکھنا، وَرائے اشک اُسے عمر بھر پکارنا، شب ہائے بے چراغ کی دُہائی دینا، دَھرتی کو آگ سے نہ بیاہنا، کبھی بہار کو ترسنا کبھی خزاں سے ڈرنا اور شعورِ غم کا طبق اندر طبق ہونا! کیا سوچوں اور کیا نہ سوچوں؟ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں؟ بقول علیم:

میں کس کو سوچوں میں کس کو چاہوں؟
میں کس کی چھاؤں میں بیٹھ جاؤں؟

چودھری صاحب کے ہاں ہجر کی کٹھنائیاں اور وصل کی رعنائیاں نہایت درجہ لطیف، نازک اور اچھوتے پن کے ساتھ ملتی ہیں۔ جہاں رُخ کے کنول کھلتے تو دل کی کلیاں مسکراتی ہیں، چہروں کے گلابوں کی مہک کہیں سے اٹھتی تو کہیں من کے مندر میں وصل کی گھنٹیاں سنائی دیتی ہیں، جہاں ہجر اور فرقت کے موسم میں بھی اُمیدوں کے پھول کھلتے، مسکراتے اور کلکاریاں مارتے، چوکڑیاں بھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ محبوب کے محبّ بن جانے اور عاشق کے معشوق ہو جانے کا تجربہ چودھری صاحب کے ہاں اپنے منطقی کمال کو پہنچا ہوا اور منطق میں استخراجی اور استقرائی دونوں تجربے بامِ کمال کو چھوتے دکھائی دیتے ہیں اور اس علوّ حقیقی میں عجزِ اصلی کی آمیزش اللہ اللہ!۔ ہر اُس شعر میں جہاں دُشمن مخاطب ہے وہاں اُس کے بالمقابل اپنے زورِ بازو کا ذکر کرنے کی بجائے اپنے محبوب کے زور بازو اور غیرت مند ہونے کو ثابت کرتے چلے جاتے ہیں:

ہم پہ جو گزرتی ہے معلوم ہے سب اُس کو
حالات ہمارے تو اُس سے نہیں پوشیدہ

یہ، وہ، اُس، کوئی اور کون وغیرہ ایسا محبوب ہے جو پس پردہ بھی ہے اور ظاہر و باہر بھی۔

''اشکوں کے چراغ'' جب مرتب ہونا شروع ہوئے تو خاکسار کو بھی یہ سعادت ملی کہ اِس کہکشاں پر سفر کروں اور اسے دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی سے ٹھنڈی تر کروں، اِس کے نام تجویز ہونا شروع ہوئے تو یاروں نے اِس کے نام بھی تجویز کیے۔ میں نے بھی لکھا کہ اِس کا نام'' لفظوں کے درویش'' ہونا چاہئے، کہیں سے آواز آئی کہ'' آدھی رات کے آنسو'' کہیں سے صدا اٹھی کہ'' آدھی رات''، لیکن وہ اسم بامسمیٰ، مسرور کر دینے والے قاضی القضاۃ کے مقام پر کھڑے بادشاہ نے اِس کو زیورِ اسم میں ملبوس کر کے نہال ہی تو کر دیا۔ یاروں میں تو جشن کا سماں تھا کہ'' اشکوں کے چراغ'' تو دن کو بھی اُجالے بکھیرتے ہیں اور راتوں میں بھی چراغِ راہ گزار ہوتے ہیں۔

مجھ پر بھی اُسی رحمان قاضی اور رحیم بادشاہ نیز چودھری صاحب کی چشمِ عنایت ہے ورنہ میری کیا مجال اور کیا بساط!

چودھری صاحب کا اکثر کلام سنا ہوا تھا اور پڑھا بھی لیکن اب کسی اَور نظر سے دیکھنے کی توفیق ملی۔ کہنے کو پانچ سو اُٹھتّر صفحے لیکن ایک ایسا وسیع سمندر میرے سامنے تھا کہ جس کا کوئی کنارا دکھائی نہ دے رہا تھا۔ میں تو حیرت کے سمندروں میں مسلسل ڈُوبتا اُبھرتا رہا۔ ایک ایسی دنیا ہے کہ اس جیسی دنیا کہیں اَور نہیں اور یہ میں ہی نہیں کہتا بلکہ وہ کہتا ہے جسے کہنے کا حق ہے، میں تو اس کی ہاں میں ہاں ملانا بھی اپنے لیے فخر کا باعث جانتا ہوں۔ میری حقیقت تو کوئی ہے ہی نہیں:

من آنم کہ من دانم

اور:

من نہ دانم فاعلاتن فاعلات

ذرا میرے ساتھ لطف لیجئے۔ آپ بھی تو بہئے ان مصرعوں کے سمندر کے بہاؤ میں کہ:

صلیبِ عشق پہ چڑھنے کی دیر تھی مضطرؔ
وہ پھول برسے، گڑھے پڑ گئے زمینوں میں

وہ ایسے بول رہا ہے وجود میں میرے
کہ جیسے مالک کون و مکاں بولتا ہے

ہجومِ رنگ سے گھبرا گئی ہے
صبا گلشن سے باہر آ گئی ہے
ستاروں کے کنارے گھس گئے ہیں
اُجالوں کی نظر پتھرا گئی ہے

آسمان اور زمین کا ہے فرق
درد میں اور دردِ پیہم میں
ہجر کی شب ہی وصل کی شب ہے
یعنی رمضان ہے محرم میں

تمہارے نام کا تھا ذکر جس میں
وہ مضموں سب سے بالا تر رہا ہے
یہی زندہ رہے گا درحقیقت
جو لمحہ مسکرا کر مر رہا ہے
یہ کمرہ جس سے خوشبو آ رہی ہے
ہمارے یار کا دفتر رہا ہے
محبت ہو گئی ہے تجھ سے مضطرؔ
تو کس محبوب کا نوکر رہا ہے

چودھری صاحب شعر نہیں، غزل کہتے ہیں اور پھر کہتے چلے جاتے ہیں اور سننے والے بھی تو سنتے چلے جاتے ہیں اور اب تو کتاب پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ کتنی کتنی بار پڑھا اور بعض اوقات تو اس درد نے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جس میں غوطہ زن ہو کر یہ موتی چودھری صاحب نے نکالے ہیں۔ بڑی جان لگتی ہے بھئی! خونِ جگر پلانا پڑتا ہے۔ ہائے ہائے! اِس سے آگے اب مَیں کیا لکھوں؟

پروا تھی نہ اُس کو ڈر کسی کا
سورج سرِ عام ڈھل رہا تھا

''اشکوں کے چراغ'' میں کون سا شعر ہے جسے ہم کہ پائیں گے کہ یہ حمد کا شعر ہے اور یہ نعت کا نہیں؟ مجھے تو بلا مبالغہ چودھری صاحب کے سارے اشک حمد اور سارے چراغ نعت دکھائی دیتے ہیں جو جلتے ہیں اور رَتجگے کا سماں پیدا کر دیتے ہیں، جگہ جگہ اُجالے بکھیرتے اور قدم قدم پر بہاروں کے پھول کھلاتے ہیں، نس نس میں آرزُو جگاتے ہیں اور طبیعت میں پیار، کیف اور انگ انگ میں عشق بھر دیتے ہیں، ایسے میں رات بھر یادوں کا رقص محوِ رقص رہتا اور تلووں کا چکروں پر ہی دار و مدار ہوتا ہے، رات بھر خونِ جگر ایک اضطراب میں رہتا اور جاں کے سمندروں میں ایک عجب سا انتشار پیدا کرتا رہتا ہے، افسردگی کی تال پہ دل ماتم کناں ہوتا ہے تو تاحدِ نگاہ میرا تو سینہ فگار رہتا ہے، جہاں یہ پاکیزہ کلام ہمیں ایک کسک سے آشنا کرتا ہے تو وہیں اُمید و بیم کے ستونوں میں ہم سانس لینے لگتے ہیں، اپنے'' دل و جان'' سے محبت اور عشق ہو جاتا ہے اور دُشمن کے بالمقابل اپنے محبوب پر ناز ہونے لگتا ہے، چودھری صاحب اپنی کم مائیگی اور عجز کا بجا اظہار کرتے ہوں گے، ہمیں تو شرمندگی ہونے لگتی ہے اپنے آپ پر اور اپنے ہونے پر! اور خود سے گھن آنے لگتی ہے!

ستاری کس کو نہیں چاہئے؟ لیکن چودھری صاحب بھی تو چھپتے پھرتے ہیں اور اس بات پر نازاں اور اِٹھلاتے پھرتے ہیں کہ:

مجھ سے لے کر رکھ لیا واپس مرے ستّار نے
نامۂ اعمال میں تھا جانے کیا لکھا ہوا؟

مضطرؔ مٹی وچ جا سُتّا
لکدا چھپدا، ٹلدا ٹلدا

چودھری صاحب جیسے درویش، حیادار اور باوصف لوگ نامۂ اعمال کو ہاتھ میں لے کر بھی کانپتے اور روتے رہتے ہیں کہ خدارا اسے خدا واپس ہی لے لے۔ وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ یہ نامۂ اعمال ہی نہیں ایک بخشش کا پروانہ ہی تو ہے!

پھر بھی صنف کے اعتبار سے حمد کو چھوُا تو کمال ہی کر دیا۔ جتنی بڑی ذات اتنی ہی بڑی بات!

سمت ہے اُس کی نہ حد
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ
لا کا ہے اثبات وہ
نفی ہے اُس کی نہ رد
اُس کے حرف و صوت و لفظ
زیر و پیش، مد و شد

پھر لکھتے ہیں:

آؤ حسن یار کی باتیں کریں
یار کی دلدار کی باتیں کریں
جس کی ستاری پہ دل قربان ہے
ہم اُسی ستار کی باتیں کریں
حسن سے حسنِ طلب کی داد لیں
عشق کی، تکرار کی باتیں کریں

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھنے کو بیٹھے تو ایسے ایسے مضمون باندھے کہ سبحان اللہ! لیکن خالی خولی لفاظی کر کے نعت بیچنے والوں کو اس بات کا احساس دلاتے ہیں کہ اس عشق کو دل میں اُتارو نہ صرف کاغذوں پر ورنہ تمہاری کی ہوئی تعریف اور لکھی ہوئی توصیف کس کام کی؟

توصیف کیا کرے گا ترےؐ ماہ و سال کی
جس نے کبھی نہ کھائی ہو روزی حلال کی
میں ہوں تو صرف احمدی ہوں اور محمدی
ہوں شافعی نہ حنبلی، حنفی نہ مالکی

گو یاروں کی نظر میں چودھری صاحب کا کلام بڑے ہی سادہ الفاظ کا حامل ہے اور بیان بھی پر پیچ نہیں دِکھتا لیکن میری نظر میں چودھری صاحب نے آسان الفاظ پر قدرت پا کر مضامین کو پیچ در پیچ اور مشکل تر بنا دیا ہے اور یہ کام ایسی خوبصورتی سے کیا ہے کہ پڑھنے والے کو بعض اوقات جو مضمون سمجھ آ رہا ہوتا ہے وہ الفاظ سے بھی سہل ہوتا ہے اور کلام سے بھی مشکل اور پیچیدہ! لیکن یہ نہیں کہ چودھری صاحب مرصع کلام کہہ نہیں سکتے بلکہ اس کی بھی مثالیں آپ کے کلام میں ملتی ہیں۔ چودھری صاحب کے ہاں آسان الفاظ میں پیچیدہ کلام اور مرصع اور مقفیٰ الفاظ میں آسان کلام بھی ملتا ہے:

تیری دنیا دائرہ در دائرہ
دائروں کے دیس میں ہم نے سفر تنہا کیا
رات کو شیشہ دِکھا کر شہر کی تصویر لی
دُور تک کھڑکی کے رستے چاند کا پیچھا کیا

عام فہم الفاظ تو ہیں لیکن عام فہم مضمون نہیں ہے کہ آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ فوراً مضمون سمجھ آ جاتا ہے اور بعد میں انسان اپنے اُوپر ہنستا ہے کہ میں نے کیا سمجھا تھا اور یہ تو مضمون ہی ایسا پیچ در پیچ اور گہرا ہے کہ کیا کہنے! اور اس کے برعکس'' برف'' عنوان سے آپ نے جو کلام نظم کیا اسے پڑھیں تو صاف

معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اعلیٰ درجہ کی مرصع نظم ہے:

کتنی خاموشی ہے تنہائی ہے
رات لمبی ہے کوئی بات کرو
دُور مت بیٹھو قریب آجاؤ

شام کی گود میں پھر رونے لگی بادِشمال
جم گیا برف کے انفاس سے بادل کا ضمیر
چاند کی شمع ہے دُھندلائی ہوئی
رات مدہوش، کفن پوش، خموش
برف کے گالے زَمستاں کے سفیر
دُودھیا جسم، تمنا کے اسیر
اوڑھے ہوئے اُجلے سماوی ملبوس
بےصدا خوف کے گھوڑوں پہ سوار
یوں دبے پاؤں گریزاں، ترساں
غول کے غول فضا سے اُترے
جیسے تنہائی میں آہٹ کی صدا
وادیٔ قاف میں پریوں کا نزول
یادِ ایام کے کمخواب پہ لمحوں کا خرام
قُلّۂ کوہ پہ اُترا ہے کہستاں کا غرور
سرما کا سرور
جیسے کافور کی شمع کا شفاف دھوٗاں
وادیٔ نور کے اُجلے سائے
چاندنی رات کے گورے سپنے
صلح کے ایلچی، سرما کے سوار
قطب شمالی کے کنول
کوہساروں کی کنواری کلیاں
خندۂ ماہ کے پھول
چاند کے ٹکڑے، گھٹا کے فانوس
سدرہ وطوبیٰ کے خاموش طیور
بالِ جبریل کے پاکیزہ خطوط
جیسے براق کے پَر بادل کے بھنور

واہ واہ! کیا کہنے! یہ خرام بےنوا، یہ ادائے دلربا، یہ نوائے بےصدا! یہ چودھری صاحب کا ہی خاصہ ہے!

مرثیہ بہت لوگوں نے لکھا' غزل کے پیرائے میں بھی لکھا لیکن اس میدان میں بھی چودھری صاحب کا اپنا انداز اور انوکھی طرزِ ادا ہے:

پہلے اس کا جواز ڈھونڈتے ہو
پھر کوئی واردات کرتے ہو
جب بھی کرتے ہو قتل مضطرؔ کا
سرِ نہرِ فرات کرتے ہو

کیسے کیسے نقشے کھینچے ہیں سہل ممتنع میں بھی اور لمبی بحروں میں بھی دریا بہا دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں:

خوشبو کے خرید کر جزیرے
پھولوں نے تراش لیں پناہیں

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

لگتا ہے نماز پڑھ رہے ہیں
لفظوں کی کٹی ہوئی ہیں باہیں
یا رب! کوئی آبرو کا آنسو
پانی کو ترس گئیں نگاہیں

اور یہ غزل کہ:

آئے گا جواب آسماں سے
بولیں گی ضرور سجدہ گاہیں

مَیں اس بات کا قائل ہوں کہ شعر وہی کامیاب ہے جس کی نثر کرنے کو چلیں تو نثر نہ کر پائیں کہ وہ ایک بہترین مصرع بھی ہو اور اعلیٰ ترین نثر بھی اور چودھری صاحب کے ہاں یہ خوبی اعلیٰ سطح پر پائی جاتی ہے۔ مثلاً یہی اشعار لے لیں جو میں نے اُوپر درج کئے ہیں تو تمام مصرعے ایسے ہیں جن میں بیک وقت اعلیٰ درجہ کی نثر اور اعلیٰ درجہ کا شعر ہونے کی ساری خوبیاں موجود ہیں۔ ذرا ملاحظہ ہوں ایک اور غزل کے چند شعر جو آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ کی وفات پر کہی تھی:

تو مے کا ذکر کر اے مے گسار! آہستہ آہستہ
پری کو یار شیشے میں اُتار آہستہ آہستہ
دھواں سا اُٹھ رہا ہے دل کے پار آہستہ آہستہ
نہ جل جائیں کہیں قرب و جوار آہستہ آہستہ
نہ چھیڑ اس ذکر کو اب بار بار آہستہ آہستہ
کہ محفل ہو گئی کیوں اشکبار آہستہ آہستہ
لحد میں اِس ستارے کو اُتار آہستہ آہستہ
چراغِ زندگی کو پھونک مار آہستہ آہستہ
اُٹھا ساغر پلا پھر ایک بار آہستہ آہستہ
کہ اُٹھتے جاتے ہیں سب بادہ خوار آہستہ آہستہ

اب چودھری صاحب جب محفل میں ہوتے ہیں تو کیا وہ محفل میں ہی ہوتے ہیں؟ اور اگر وہ کبھی بظاہر تنہا ہوں تو کیا وہ تنہا ہی ہوتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ ان کی کلامی بھی خود کلامی ہے اور خود کلامی بھی کلامی دکھائی دیتی ہے، وہ خود سے بات کرتے کرتے نجانے کب محفل میں جا نکلتے ہیں اور دوسروں سے کچھ کہتے کہتے نجانے کب تنہا ہو جاتے ہیں۔ آپ کے کلام کی عظمت، سلاست، رَوانی، گہرائی اور گیرائی پر تو انسان کی جیسے حیرت ہی گم ہو جاتی ہے جب اِس شعر پر پہنچتا ہے کہ:

حیرت سے قلم کو تک رہی ہیں
کاغذ کی پھٹی ہوئی نگاہیں

گو چودھری صاحب نے زیادہ لمبی بحریں استعمال نہیں کیں لیکن جو بھی لکھا ہے اسے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے:

رُوح کی لذت بن کر برسا مولا! تیری ذات کا نام
بھول گئے ہم سارے موسم یاد رہا برسات کا نام
خالی خیمے آج بھی کوفے والوں سے یہ کہتے ہیں
ہمت ہے تو واپس کر دو اب بھی نہر فرات کا نام
کیا مضطرؔ اور کیا اس کی اوقات کہ تیری محفل میں
لے تو کس برتے پر لے اشکوں کی اس سوغات کا نام

پھر لکھتے ہیں:

میں جب بھی اس کی محبتوں کی صداقتوں کی کتاب لکھوں
تو سب سے پہلے اسے محمدﷺ کہوں رسالت مآب لکھوں
کروں تلاوت صحیفۂ رُخ کی اور اسے اَلکتاب لکھوں
جو خواب میں اس کو دیکھ پاؤں تو خواب کو کیسے خواب لکھوں

ٹھہر بھی جا اشک شام ہجراں! ذرا اجازت دے سوچنے کی
جو خط ابھی تک لکھا نہیں ہے کوئی تو اس کا جواب لکھوں
سرِ مژہ جو لرز رہے ہیں درود اور نعت کے ستارے
اُنہیں شفاعت کے پھول لکھوں کہ مغفرت کے گلاب لکھوں
دل ونظر اشک اشک دھوؤں تو اسؐ پہ بھیجوں درود مضطرؔ!
سجاؤں پلکوں کو آنسوؤں سے تو نعت کو آب آب لکھوں

تاریخی واقعات کا بیان بھی شاعری میں ایک مقام رکھتا ہے اور اس کا غزلیہ آہنگ میں بیان ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی لیکن چودھری صاحب کے ہاں تاریخ کے استعاروں اور تشبیہات کا دل وجگر کی اصطلاحات کے طور پر عجیب آہنگ میں استعمال ملتا ہے۔ مثلاً

دیدہ و دل میں کھول رہے ہیں درد کے اوقیانوس
مجبوروں کے ایشیا اور مزدوروں کے رُوس

اور ملاحظہ ہو یہ غزل کہ:

عشق اُس کے عہد میں بے دست و پا ہو جائے گا
آنکھ استنبول، سینہ قرطبہ ہو جائے گا

پھر لکھتے ہیں:

واویلا کرتا ہوا راوَن آیا ہے
سیتا کو لینے کیوں لچھمن آیا ہے
ارجن کو بلواؤ کرو کھشیتر میں
گیتا کے اُپدیش کو بھگون آیا ہے
دروپدیوں کی عزت لوٹ کے جوئے میں
کس منہ سے واپس دریودھن آیا ہے
حضرتِ یوسف سے کہ دو محتاط رہیں
شہر میں کہتے ہیں اک نِردھن آیا ہے

پھر لکھتے ہیں:

جس حسن کی تم کو جستجو ہے
وہ حسنِ ازل سے باوضو ہے
تاریخ کا سانس رُک گیا ہے
آئینہ سا کوئی رُو برو ہے
اُترا ہے جو آسماں سے
عزت ہے ہماری آبرو ہے

گویا میں کیا کیا لکھوں اور کیا کیا لکھوں! بس نصیحت ہے تو اتنی ہے کہ:

اوّل تو اپنی آنکھ کا پانی لہو کرو
پھر اس لہو سے رات کو اُٹھ کر وضو کرو
لیٹے ہوئے ہو کس لیے سولی کی اوٹ میں
تم مر نہیں گئے ہو، اُٹھو گفتگو کرو
مجھ کو بھی اپنے آپ سے ملنے کا شوق ہے
مجھ کو پکڑ کے لاؤ، مرے رُو برو کرو
مضطرؔ! غمِ حبیب تو مولیٰ کی دین ہے
اس غم کا بھول کر بھی نہ چرچا کبھو کرو

میں اکثر دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ اگر نزاکت کی بات کریں تو فارسی میں ایک الگ قسم کا لوچ ہے، نزاکت ہے، محبت ہے اور لطافت ہے۔ چودھری صاحب نے بھی اِس میں سے حصہ پایا اور فارسی میں بھی کلام کہا۔ یہاں بھی چودھری صاحب کا ہجر میں وصال اور وصال میں ہجر کی طرف ہی انتقال دکھائی دیتا ہے:

اے کہ تو بندۂ خدا شدہ ای
از ہمہ بندہا رِہا شدہ ای
تو زِ روزِ ازل حسین استی
تو نہ اِمروز خوش نما شدہ ای
تا حسینے دگر پدید آید
ہمہ تن شوق کربلا شدہ ای
من نہ پرسم چرا محمد علی
در تپ عشق مبتلا شدہ ای

پھر لکھتے ہیں:

تو یک اشک ندامت مرحمت کن
کہ تن از تشنگی ویرانہ گردید
مپرس از شمع بر روِش نظر کن
کہ پروانہ چرا پروانہ گردید
بترسد زِ آب ہمچو سگ گزیدہ
دل مضطرؔ مگر دیوانہ گردید

اور پنجابی کلام دیکھیں تو اس میں بھی ایک الگ ہی طرز کلام ہے ایک اچھوتا انداز بیان ہے، اس میں راوی کی روانی ہے تو چناب کا سرور اور ایک عجیب اَدا رَواں ہے۔ کہاں سانس لینے کو رُکیں؟ جہاں رُکنے کا سوچیں ایک اَور بلندی اور اُس کے بعد ایک اَور، اُس کے بعد ایک اَور! جیسے چڑھی ہوئی پہاڑی ندی کہ جہاں پر بظاہر سست رَوی دِکھاتی ہے تو محض اِس لئے کہ اِس کے بعد اُس کی رَوانی میں اضافہ ہو جائے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بہنے لگے۔

ہوں! میں سمجھا کہ چودھری صاحب نے یہ بند جان بوجھ کر باندھے ہیں تو پھر میں کس کس شعر کا تذکرہ کروں گا؟ ہر شعر میں ایک خاص ادا ہے:

اَکھاں دی رَکھوالی رکھ
عینک بھانویں کالی رکھ
غصہ، گلّا، کام، کرودھ
اپنے سپ نہ پالی رکھ
اِکو یار نال یاری لا
دُشمن پینتی چالی رکھ

لیجئے صاحب!

چناں! وے تیری چاننی، تاریا! وے تیری لو
چن پکاوے روٹیاں تے تارا لوے کنسو
اَسیں سائے شگر دوپہر دے، سانوں کندھاں لیا لکو
سانوں یار نے جتھے آکھیا اَسیں اوتھے رہے کھڑو

سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلّل اختیار کرو کی تعلیم کو یوں منظوم کیا کہ:

سچ آکھاں تاں بھانبڑ مچّے
میں ''جھوٹھا''، میرے دشمن ''سچّے''
چن چڑھیا کل عالم تکے
تارے ہسن دیوا نچّے

اور اس نظم نے تو واقعتاً آنکھوں سے دریا بہا دیئے کہ:

وَگ وَگ وے جھناں دیا پانیاں!

رات ہنیری تے چن میرا دُور اے
چناں دَس کیہ میرا قصور اے؟
جیویں جیوندیاں رہن جوانیاں
وَگ وَگ وے جھناں دیا پانیاں!

گھڑا کچا تے گھمّن گھیر اے

باقی صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

عورتوں اور مردوں کا دماغ ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے

(انصر رضا۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا)

اسلام دین فطرت ہے اور اس کی تمام تعلیمات انسانی فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں ہر اس بات کی تعلیم دی گئی ہے جو انسان کے لئے مفید ہے اور ہر اس بات سے منع کیا گیا ہے جو انسان کے لئے نقصان دہ ہے۔ ہر چند اسلام فرد کی آزادی کا قائل ہے لیکن یہ آزادی مادر پدر آزادی نہیں بلکہ چند اصولوں کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ جس طرح ایک تند و تیز دریا کو بند باندھ کر بجلی پیدا کرنے اور کاشتکاری کے لئے کام میں لایا جاتا ہے اسی طرح انسان کے نفسانی جذبات کو چند اصولوں کا پابند بنا کر ان سے معاشرہ کی ترقی اور بہتری کے لئے کام لیا جاسکتا ہے۔

انسان کے شہوانی جذبات معاشرے میں برائی پیدا کرنے میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں اور اس برائی کی ابتدا مرد و عورت کے آزاد و بے حجاب اختلاط سے ہوتی ہے۔ اسلام نے اس برائی کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے مردوں اور عورتوں کی مخلوط مجالس سے منع فرمایا۔ انگریزی کا ایک محاورہ ہے۔ To nip the evil in the bud یعنی برائی کو پھلنے پھولنے سے پہلے ہی ختم کردینا۔ مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کی مناہی، مردوں اور عورتوں کے لئے غضِ بصر اور عورتوں کے لئے پردے کا حکم ایسی ہی تعلیمات ہیں جو معاشرے میں پھیلنے والی برائیوں کا ابتدا ہی میں قلع قمع کردیتی ہیں۔

انہی احکام کے مدِّ نظر مسلمان معاشروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے علیحدہ درسگاہیں قائم کی جاتی رہی ہیں۔ اگرچہ مغرب کی نام نہاد روشن خیالی، مردوں اور عورتوں کے یکساں حقوق اور آزادیٔ نسواں کے نام پر اب مسلمان معاشروں میں بھی مخلوط تعلیم یعنی بچوں اور بچیوں کے لئے ایک ہی سکول کا رواج ہوگیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جس مغرب کی اندھا دھند تقلید کی جارہی ہے اب خود وہاں کے لوگ، یہ جانے بغیر کہ یہ اسلام کی تعلیم ہے، اسلام کی فطری تعلیم کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ ’آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج‘۔ مغرب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کا اطلاق جہاں دیگر بہت سے عقائد، سماجی معاملات اور رویوں میں ہورہا ہے وہاں بچوں اور بچیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ درسگاہوں کے قیام کے سلسلے میں بھی اسلام کی فطری تعلیم کو اپنایا جارہا ہے۔

حال ہی میں امریکہ کی ریاست میری لینڈ میں ایک تنظیم قائم کی گئی ہے جس کا نام National Association for Single-Sex Public Education (NASSPE) ہے۔ یہ تنظیم لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے الگ الگ سکول قائم کرنے کی مہم چلارہی ہے اور چند ایسے سکول قائم بھی کرچکی ہے جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ تعلیم دی جاتی ہے۔ اس تنظیم کا کہنا ہے کہ سکولوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے محض الگ کلاس کے کمرے قائم کرنا کافی نہیں بلکہ ان کے لئے سکول ہی الگ الگ ہونے چاہئیں۔ اس تنظیم کی گورننگ باڈی یعنی مجلس عاملہ کے سربراہ ڈاکٹر لیونارڈ سیکس (Dr. Leonard Sax) ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے۔ Why Gender Matters یعنی صنف کا خیال رکھنا کیوں ضروری ہے۔ ڈاکٹر لیونارڈ ایک میڈیکل ڈاکٹر ہونے کے علاوہ سائیکالوجی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی رکھتے ہیں۔ اور اس کتاب کے مصنف ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ **مردوں اور عورتوں کا دماغ پیدائش کے وقت سے ہی ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کا پروان چڑھنا بھی مختلف طریقے سے ہوتا ہے۔**

مشہور زمانہ ٹائم میگزین نے اپنی 7 مارچ 2005ء کی اشاعت میں اس کتاب کا ذکر سرورق کے مضمون یعنی کور سٹوری (Cover Story) کے طور پر کیا اور لکھا کہ ڈاکٹر لیونارڈ نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتے ہیں چنانچہ ان کا ماحول الگ الگ کردینا چاہئے تاکہ ان کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا ان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

نفسیات کی گہری تعلیم حاصل کرنے اور ایک لمبے عرصہ تک مختلف جائزوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ڈاکٹر لیونارڈ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ طبائع، عادات اور دماغی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باعث بچوں اور بچیوں کو ابتدا ہی سے الگ الگ سکولوں میں تعلیم دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہم خیال لوگوں پر مشتمل ایک ایسوسی ایشن قائم کی جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پچھلے پانچ سالوں میں لوگوں میں اس بات کا احساس شدت سے ابھرا ہے کہ لڑکے لڑکیوں کا سکول الگ الگ ہونا چاہئے۔ اس احساس کے ابھرنے کی سب سے اہم وجہ نفسیات اور تعلیم کے ماہرین کا اس بات کا مشاہدہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے سیکھنے کا طریقہ مختلف ہے اور مختلف مضامین میں ان کی دلچسپیاں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ ان ماہرین کا کہنا ہے کہ مشترکہ تعلیمی ماحول میں لڑکیاں لڑکوں کے دباؤ میں آکر سائنس، ریاضی اور کمپیوٹر وغیرہ کے مضامین منتخب نہیں کرتیں کیونکہ انہیں عام طور پر لڑکوں کے مضامین سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کے ساتھ پڑھنے والے لڑکے آرٹس، فنون لطیفہ اور موسیقی وغیرہ کے مضامین اختیار نہیں کرتے کیونکہ انہیں صنف نازک کے مضامین سمجھا جاتا ہے اور کسی لڑکے کا یہ مضمون لینا اس کے لئے باعث شرم سمجھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس علیحدہ علیحدہ درسگاہ میں ایسے مضامین اختیار کرنے میں کسی کو کوئی جھجک یا حجاب نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں مزید معلومات درج ذیل ویب سائٹ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

www.singlesexschools.org

www.whygendermatters.com

مردوں اور عورتوں کے دماغ کے مختلف ہونے کا خیال صرف ڈاکٹر لیونارڈ ہی کا نہیں ہے بلکہ اس موضوع پر میڈیکل اور سائیکالوجی کے چوٹی کے ماہرین نے تحقیق کا ایک انبار لگادیا ہے۔

کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر سائمن بیرن کوہن (Simon Baron-Cohen) نے اپنی پانچ سال کی تحقیق کا نچوڑ اپنی کتاب The Essential Difference میں پیش کیا ہے۔ پروفیسر سائمن لکھتے ہیں کہ بحالی حقوق نسواں کی تحریکوں کے دباؤ کے تحت 1990ء کی دہائی شروع ہونے تک عورتوں اور مردوں کے دماغ کے مختلف ہونے کے بارہ میں بات کرنا ایک نہایت گھناؤنا سماجی جرم سمجھا جاتا تھا۔ آزادی نسواں اور مردوں کے برابر حقوق کا مطالبہ کرنے والی یہ تنظیمیں اور ان کے حمایتی ایسی کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھے اور نہ ہی معاشرے میں ایسی کسی بات کے رائج ہونے کی اجازت دیتے تھے جس سے مردوں اور عورتوں کے برابر ہونے کی کسی بھی رنگ میں نفی ہوتی ہو۔ **لیکن اب جدید سائنسی تحقیقات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ عورتوں اور مردوں کا دماغ ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔** اور اب اس کے بارہ میں لکھنا آسان ہوگیا ہے۔ **اور یہ بات بھی ثابت ہوگئی ہے کہ مرد اور عورت ایک دوسرے سے مختلف طریقے سے سوچتے ہیں، ان کی دلچسپیاں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اور وہ مختلف واقعات و حادثات کے بارہ میں اپنا ردعمل مختلف طریقے سے ظاہر کرتے ہیں۔** مردوں اور عورتوں کا راستہ بتانے کا طریق بھی ایک دوسرے سے قطعًا مختلف ہوتا ہے۔ اور حالات کا دباؤ برداشت کرنے میں بھی دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

بعض ماہرین غذائیات جیسے Dr. Elisa Lottor and Nancy P. Bruning نے اپنی کتاب Female and Forgetful میں بھی اسی بات کو ثابت کیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کی بعض غذائیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔

ان تمام تحقیقات کا لب لباب یہ ہے کہ **مغرب میں مرد و عورت کے برابر ہونے کے بارہ میں جو پروپیگنڈا کیا جارہا ہے وہ مکمل طور پر درست نہیں ہے۔ جسمانی اور نفسیاتی اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باعث ان دونوں کا دائرہ کار ایک دوسرے سے الگ الگ ہے اور انہیں اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر ہی معاشرے کی ترقی اور بہتری کے لئے کام کرنا چاہئے۔**

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ اگرچہ مغربی محققین نے مرد و عورت کے الگ الگ دائرہ کار متعین کرنے اور ان کو ایک دوسرے سے مختلف قرار دینے کی وجوہات اسلامی شریعت سے مختلف بیان کی ہیں لیکن وجہ چاہے کچھ بھی ہو مغرب میں اس بات کا احساس بڑھ رہا ہے کہ مرد و عورت جسمانی اور نفسیاتی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور معاشرہ میں ان کے دائرہ کار الگ الگ ہیں۔

مغربی محققین کی تحقیقات نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ان دونوں اصناف میں جو پوشیدہ صلاحیتیں ہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ آزادانہ اختلاط کے نتیجے میں دب کر رہ جاتی ہیں لہٰذا ان کو الگ الگ ماحول میں پروان چڑھانا چاہئے۔

جدید سائنسی علوم کی روشنی میں ہونے والی مغربی دنیا کی یہ تحقیقات آج جن نتائج پر پہنچی ہیں، اسلام آج سے چودہ سو برس پیشتر ان کو بیان کرچکا ہے اور اس سے انحراف کے عواقب کو بھی بیان کرچکا ہے۔

یہ تمام تحقیقات اس بات کا کافی و شافی ثبوت ہیں کہ اسلامی تعلیمات ہی انسان کی فطرت کے عین مطابق ہیں اور ہمیں ان تمام معاشرتی خرابیوں سے بچانے والی ہیں جن میں ہم ان تعلیمات کو نظر انداز کرکے گرفتار ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ ہم اپنی ہی چیز کی اس وقت تک قدر نہیں کرتے جب تک وہ باہر کے ممالک میں پسندیدگی اور قبولیت کا درجہ نہ حاصل کرلے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ اسلامی تعلیم کے اتباع میں نہ سہی مغرب کی نقّالی میں ہی سہی لڑکوں اور لڑکیوں کے علیحدہ سکولوں کا نظام مسلمان ممالک میں بھی رائج ہوجائے۔

کتابیات

Baron-Cohen, Simon. The essentiall difference male and female brains and the truth about autism. New York : Basic Books, 2004, xii, 271 p. : ill.

Lottor, Elisa 1942- and Nancy P. Bruning. Female and forgetful : a six step program to help restore your memory and sharpen your mind. New York : Warner Books, c2002, xxii, 312 p.

Sax, Leonard. Why gender matters : what parents and teachers need to know about emerging science of sex difference. New York : Doubleday, 2005, 312 p. : ill.

غیبت سے بچو

شیخ مصلح الدین سعدی شیرازیؒ کے والد ان کی تربیت اس طرح کرتے تھے جس طرح ایک عارف سالک مرید کو تزکیہ نفس کی منزلیں طے کراتا ہے۔ وہ بات بات پر اُن کو ٹوکتے تھے اور ان کی غلطیوں پر تنبیہ کرتے تھے۔ ان کے اثر سے شیخ کو بچپن ہی میں زہد و عبادت کا چسکا پڑ گیا تھا۔ لیکن ایک دفعہ حسب معمول باپ کی صحبت میں رات بھر جاگے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ گھر کے اور آدمی غافل سو رہے تھے۔ ان کو خیال آیا باپ سے کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ کیسے بے خبر سو رہے ہیں، کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ باپ نے کہا جانِ پدر! اگر تم بھی سو رہتے تو اس سے بہتر تھا کہ لوگوں کی غیبت کررہے ہو۔

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TLU.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

محترم محمد یعقوب امجد صاحب

محترم محمد یعقوب امجد صاحب 31دسمبر 1931ء کوعینو باجوہ ضلع نارووال میں مکرم میاں اللہ دتہ صاحب سیالکوٹی کے ہاں پیدا ہوئے۔ پرائمری کے بعد 1942ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوئے۔ 1944ء میں زندگی وقف کی لیکن بیماری کی وجہ سے فارغ کئے گئے۔ 1951ء سے 1990ء تک تعلیم وتدریس سے وابستہ رہے۔ ملازمت کے دوران آپ نے مولوی فاضل، ادیب فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ نیز اردو اور فارسی میں M.A. بھی کئے۔ پھر MOL میں بھی کامیابی حاصل کی۔ 1986ء میں وقف بعد از ریٹائرمنٹ منظور ہوا۔ 1989ء میں آپ کو قرآن کریم کا پنجابی زبان میں ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ چند دیگر کتب بھی ترجمہ کیں۔ اردو، عربی، فارسی اور پنجابی کے ماہر تھے۔ جامعہ احمدیہ ربوہ میں بھی اردو اور فارسی پڑھاتے رہے۔ بہت محنت اور لگن سے خدمت کی۔ ملنسار، خوش طبع اور اصول پسند انسان تھے۔

آپ کی وفات 27/جنوری 2006ء کو کھاریاں میں ہوئی۔ اور تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ پسماندگان میں ایک بیٹا چھوڑا ہے۔ (بحوالہ روزنامہ "الفضل" ربوہ یکم فروری 2006ء)

پمپائے (Pompeii)

ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق پمپائے کا شمار اہم ترین آثار قدیمہ میں ہوتا ہے۔ قریباً دو ہزار سال پہلے 79ء میں ایک آتش فشاں کی زد میں آکر مٹی میں دب کر منجمد ہونے سے قبل ایک کامیاب شہر تھا۔

پمپائے کی بنیاد روم سے ڈیڑھ سو میل جنوب مغرب میں آٹھویں صدی قبل مسیح میں Oscans نے رکھی تھی جو کسانوں اور چرواہوں کا ایک قبیلہ تھا۔ دوسو سال تک یہ علاقہ یونانی اثرات کے اندر آچکا تھا اور مزید دوسو سال بعد (چوتھی صدی قبل مسیح) میں اس کو Samnites نے فتح کرلیا۔ پھر روم نے اسے 89 قبل مسیح میں فتح کیا اور 80 قبل مسیح میں اسے اپنی کالونی کا درجہ دیا۔ اُس وقت یہ شہر 160 ایکڑ پر پھیلا ہوا تھا اور قریباً بیس ہزار آبادی کا شہر تھا۔

پیالے کی شکل کا دہانہ رکھنے والا مشہور آتش فشاں پہاڑ وے زووہ (Vesuvius) پمپائے سے چھ سے دس کلومیٹر دُور ہے۔ آجکل یہ بظاہر پُرسکون ہے اور آخری مرتبہ یہ پہاڑ 1944ء میں پھٹا تھا۔ تاہم 24/اگست 79ء کی آتش فشانی اس کی وجہ شہرت ہے جس میں دو شہر تباہ ہوگئے یعنی پمپائے اور ہرکولینیم (Herculaneum)۔ اس زلزلہ میں اس پہاڑ کی چوٹی اُڑ گئی اور پہاڑ نے اپنا آدھا حصہ فضا میں اُگل دیا۔ لاوا ایک فوارہ اور پھر ستون کی شکل میں بیس کلومیٹر سے زیادہ بلندی تک پہنچا جس میں آتش فشانی راکھ، گیسیں اور پتھر شامل تھے۔ ایک تیز آندھی نے یہ لاوا پمپائے کے اوپر انڈیل دیا۔ لاوے کی بارش اگلے روز صبح تک جاری رہی۔ پھر زہریلی گیسوں اور راکھ کی بارش ہوئی جس سے مزید دو ہزار لوگ جل کر مر گئے۔ چند دن کے اندر ہی چھ میٹر موٹی سفید تہہ نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا۔ زلزلہ سے پہلے کوئی خاص علامات ظاہر ہونے کا پتہ نہیں چلتا تاہم یہ علم ہوتا ہے کہ دس روز پہلے کنوئیں اچانک خشک ہوگئے تھے اور پہاڑ پر چرنے والی گائیوں کا رویہ بھی عجیب سا ہوگیا تھا۔

یہ تاریخ میں ریکارڈ کیا جانے والا پہلا شدید ترین زلزلہ تھا۔ اس سانحہ کی عینی شہادت بھی تاریخ میں محفوظ رہی۔ یہ ایک خط ہے جو تاریخ دان Tacitus کو Pliny, the Younger کی طرف سے موصول ہوا جو سمندر کے دوسرے کنارے پر کھڑا یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے پہاڑ کے اوپر ایک گہرا تاریک بادل دیکھا جو دہانے سے پھوٹ رہا تھا۔ وہ بادل پھر تیزی سے نیچے آنا شروع ہوا اور اُس نے ہر چیز کو ڈھانپ دیا۔ اس دوران بے شمار زمینی جھٹکے محسوس کئے گئے جس کے بعد زمین تیزی کے ساتھ گھومی، سمندر خشک ہوگیا اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ واپس آیا (اسے ماہر اراضیات سونامی کہتے ہیں)۔ اُس کا چچا Pliny the Elder اس واقعہ کی تفتیش کے لئے کئی جہازوں سے رابطہ کر چکا تھا۔ وہ سمندر کے دوسرے کنارے پر کاربن ڈائی آکسائیڈ کی زیادتی کے باعث 56 سال کی عمر میں مرگیا۔ وہ پہاڑ سے انیس میل کے فاصلہ پر رہتا تھا۔ اُس دَور کے اکثر لوگ بعد میں زہر آلود ہوا اور گرمی کی لہروں سے جلد مر گئے۔ ملنے والے ڈھانچوں سے اُن لوگوں کی سخت ذہنی کوفت کے آثار ملتے ہیں۔

سانحہ سے ایک روز پہلے (23اگست کو) روم کے شہریوں نے دیوتا Vulcan کا دن منایا تھا جو کہ زیرزمین آگ کا دیوتا ہے۔ یہ شہنشاہ سیزر آگسٹس کی سالگرہ کا دن بھی تھا جس نے روم پر 27 قبل مسیح سے 14ء تک حکومت کی تھی۔ روم اُس دَور کی سپر پاور تھا۔ یہ آفت بادشاہ Titus کے خزانے پر ایک مصیبت بن کر ٹوٹی جس کو اپنے باپ کے بعد تخت پر بیٹھے صرف تین ماہ ہوئے تھے۔ یہود کا کہنا تھا کہ یہ خدا کی طرف سے سزا ہے کیونکہ Titus نے نو سال پہلے یروشلم کو تباہ کیا تھا۔

پمپائے 1748ء میں دوبارہ دریافت ہوا۔ اس وقت سمندر شہر کے آثار سے ایک کلومیٹر دُور ہے جبکہ پہلے بہت نزدیک تھا۔ ماہرین کے مطابق جب لاوا پہاڑ کے دہانہ سے نکلا تو اس کا درجہ حرارت 850 سنٹی گریڈ تھا جبکہ شہر پر جب یہ گرا تو اس کا درجہ حرارت 350 سنٹی گریڈ ہوچکا تھا۔ کچھ علاقوں میں یہ درجہ حرارت 180 سنٹی گریڈ بھی پایا گیا۔ ملبہ میں ایسے لوگوں کی آخری لمحات کی حرکات بھی محفوظ ہیں جو زندگی بچانے کی کوششوں میں شاید کئی گھنٹے مصروف رہے۔

دھیان سنگھ

6/جنوری 2006ء کے الفضل انٹرنیشنل میں ہندوستان کی ہاکی ٹیم کے مشہور کھلاڑی دھیان سنگھ کے بارہ میں ایک مضمون شائع ہوچکا ہے۔ روزنامہ الفضل" ربوہ 11/فروری 2006ء میں بھی دھیان سنگھ سے متعلق ایک مضمون مکرم بابر شبیر صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔ اس مضمون میں بیان کردہ صرف اضافی معلومات ہی ذیل میں پیش ہیں۔

دھیان سنگھ (جو دھیان چاند کے نام سے مشہور ہوا) ایک سپاہی کے طور پر برطانوی فوج میں بھرتی ہوا اور میجر کے طور پر ریٹائرڈ ہوا۔ اس کو سب سے زیادہ پذیرائی اُس وقت ملی جب ہندوستان کی ہاکی ٹیم نے 1926ء میں نیوزی لینڈ کا دورہ کیا۔ ہندوستان نے 21 میچوں میں سے 18 جیتے اور صرف ایک ہارا۔ ہندوستان کی ٹیم نے 192 گول کئے جن میں ایک سو سے زیادہ صرف دھیان سنگھ نے کئے۔

1928ء کے اولمپک میں ہندوستان نے دھیان سنگھ کی کپتانی میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ اس میں ہندوستان نے کُل 28 گول کئے جن میں سے 11 دھیان سنگھ نے کئے۔ ان اولمپک سے پہلے ہندوستانی ٹیم نے انگلینڈ کا دورہ کیا اور اس دوران دس میچز میں 72 گول سکور کئے جن میں سے 36 دھیان سنگھ کے تھے۔

1932ء میں لاس اینجلس اولمپکس میں بھی ہندوستان نے دھیان کی کپتانی میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ اس میں ہندوستان نے 37 میچوں میں 338 گول کئے جن میں سے 133 دھیان سنگھ کے تھے۔ 1935ء میں نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کے دورہ میں ہندوستان نے 43 میچوں میں 584 گول کئے جن میں سے دھیان کے گول 204 تھے۔

1936ء میں مسلسل تیسری بار برلن اولمپکس میں ہندوستان نے دھیان کی کپتانی میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ اس دورہ میں ہندوستان نے کُل 176 گول کئے جن میں سے 59 گول دھیان سنگھ نے کئے۔ فائنل میں ایک جرمن کھلاڑی نے دھیان کا ایک دانت بھی توڑ دیا۔ لیکن دھیان گراؤنڈ سے باہر آکر فرسٹ ایڈ لینے کے بعد دوبارہ میدان میں چلا گیا۔ اس میچ میں ہٹلر کی موجودگی میں ہندوستان نے جرمنی کو 1-8 سے شکست دی اور دھیان کے اس میں 6 گول تھے۔ ہٹلر نے دھیان کے کھیل سے متأثر ہوکر نہ صرف اس کی ہاکی خریدنا چاہی بلکہ اُسے جرمن شہریت اور فوج میں اعلیٰ عہدے کی بھی پیشکش کی لیکن دھیان نے اس کی پیشکش قبول نہ کی۔

آدمی کی قیمت

ماہنامہ "تشحیذ الاذہان" ربوہ فروری 2006ء میں ایک خوبصورت حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ کسی عقلمند سے ایک نوجوان نے مدد کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ عقلمند نے نوجوان کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: سچ۔ نوجوان نے معصومیت سے جواب دیا: جی ہاں۔

عقلمند نے کہا: میرا ایک دوست تاجر ہے۔ وہ انسانی آنکھوں کا خریدار ہے، تمہاری دونوں آنکھوں کے بدلہ میں بیس ہزار تو دے ہی دے گا۔ وہ ہاتھ بھی خریدتا ہے، دونوں ہاتھوں کے پندرہ ہزار تو آسانی سے مل جائیں گے۔

نوجوان نے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے انکار میں سر ہلایا تو عقلمند بولا: وہ پیر بھی خریدتا ہے، دونوں پیروں کے دس ہزار فوراً لے لو۔

نوجوان گھبرا کر کھڑا ہوگیا، غصہ سے چہرہ سرخ تھا۔ وہ بولا: مجھے آپ سے ایسی امید نہ تھی۔ لیکن عقلمند نے کہا: مَیں تم سے پھر کہتا ہوں کہ اگر مالدار بننا ہے تو ایک لاکھ میں سارا جسم بیچ ڈالو، وہ تاجر ان اعضاء سے دوائیں بنائے گا اور اتنی رقم خوشی سے دیدے گا۔

نوجوان نے غصہ سے کہا: ایک لاکھ تو کیا مَیں ایک کروڑ میں بھی اپنا جسم نہیں بیچوں گا۔

عقلمند نے مسکرا کر جواب دیا کہ جو شخص ایک کروڑ میں اپنا جسم نہیں بیچ سکتا، وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں ہے!!۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ 19/جنوری 2006ء میں مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ کی ایک نظم "پرواز تخیل" شامل اشاعت ہے جو MTA پر جلسہ سالانہ قادیان 2005ء کے مناظر دیکھ کر ایک حسرت زدہ دل کی آواز بنی۔ اس طویل نظم میں سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

آپ ان گلیوں میں گھومے، ان مکانوں میں رہے
جسم دنیا میں رہا خود آسمانوں میں رہے
ہم شکستہ نیم جانوں کا بھی لے لیجئے سلام
مرغِ بسمل کی طرح جو آشیانوں میں رہے
ہم ہیں وہ پیکاں ، ہدف کو جو نہ اپنے چھو سکے
ہم ہیں ایسے تیر جو چسپاں کمانوں میں رہے
ہم ہیں وہ الفاظ جو لب سے ادا نہ ہوسکے
ہم ہیں وہ مفہوم جو گُم داستانوں میں رہے
ہم ہوا کے دوش پر ہر رُت میں شامل ہوگئے
ہم تخیّل کی بہت اونچی اڑانوں میں رہے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

27th April 2007 – 3rd May 2007

Please Note that programme and timings may change without prior notice All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 27th April 2007

00:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
00:55 Documentary: a documentary about Jamia Ahmadiyya.
01:40 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 434, Recorded on 12/08/1998.
02:45 Huzoor's Tours: Programme documenting Huzoor's tour to Germany, including the foundation laying ceremony of Khadeeja mosque in Berlin.
03:55 Tarjamatul Qur'an Class: An in-depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session no. 175, Recorded on 11th February 1997.
04:55 Poem Recital Competition.
06:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:10 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) class with Huzoor. Recorded on 10th September 2006.
08:15 Le Francais C'est Facile: programme no. 104.
08:40 Siraiki Service
09:15 Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session 20 recorded on 18th November 1994.
10:15 Indonesian Service
11:10 Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:00 Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V, from Baitul Futuh.
13:10 Tilaawat & MTA News review
14:10 Dars-e-Hadith
14:25 Bangla Shomprochar: a discussion in Bengali replying to various allegations made against the Ahmadiyya Muslim Jama'at.
15:30 Seerat Sahaba Rasool (saw) [R]
16:05 Friday Sermon [R]
17:05 Interview: An interview about the life of Sir Zafrullah Khan Sahib.
18:05 Le Francais C'est Facile: programme no. 104 [R]
18:30 Arabic Service: Discussion programme about the true concepts of Islam. Rec: 06/04/07.
20:30 MTA International News Review Special
21:10 Friday Sermon [R]
22:15 MTA Variety: Symposium organised by Lajna Imaillah, Canada.
22:55 Urdu Mulaqa'at: Session 20 [R]

Saturday 28th April 2007

00:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:05 Le Francais C'est Facile: Lesson no. 104.
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 436, Recorded on 04/08/1999.
02:45 Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 27th April 2007.
03:50 Interview: An interview about the life of Sir Zafrullah Khan Sahib.
04:55 Urdu Mulaqa'at: a question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking friends. Session no. 20. Recorded on 18th November 1994.
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:10 Children's Class with Huzoor. Recorded on 16th April 2005.
08:05 Ashab-e-Ahmed
08:45 Friday Sermon [R]
10:00 Indonesian Service
11:00 French Service
12:00 Tilaawat & MTA International Jama'at News
13:00 Bangla Shomprochar
14:00 Intikhab-e-Sukhan: Poem request programme
15:00 Bustan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. Recorded on 28th April 2007.
16:10 Moshaa'irah: an evening of poetry
17:05 Question Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad Khalifatul Masih IV (ra) in Urdu. Recorded on 25/07/1997.
18:30 Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam. Recorded on 7th April 2007.
20:30 MTA International Jama'at News
21:05 Bustan-e-Waqfe Nau [R]
22:15 Ashab-e-Ahmed [R]
22:55 Friday Sermon [R]

Sunday 29th April 2007

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:10 Qur'an Quiz
01:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 437, recorded on 21/10/1999.
02:30 Kidz Matter
03:00 Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 27th April 2007.
04:00 Ashab-e-Ahmed
04:30 Moshaa'irah: an evening of poetry
05:10 Attractions of Australia
05:35 Quran Quiz
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:05 Bustan-e-Waqfe Nau class with Huzoor. Recorded on 11th March 2006.
08:20 Huzoor's tours: a programme documenting Huzoor's visit to Ghana, West Africa.
09:30 Kidz Matter: kids discussion programme.
10:10 Indonesian Service
11:05 Spanish translation of Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Head of the Ahmadiyya Muslim Jama'at. Recorded on 16th February 2007.
12:15 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:00 Bangla Schomprochar
14:00 Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 27th April 2007.
15:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) with Huzoor. Recorded on 29th April 2007.
16:15 Huzoor's Tours [R]
17:20 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 19th June 1996.
18:30 Arabic Service
19:30 Kidz Matter [R]
20:30 MTA International News Review [R]
21:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) class [R]
22:15 Huzoor's Tours [R]
23:15 Ilmi Khutbaat

Monday 30th April 2007

00:15 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:10 Learning Arabic: lesson no. 29
01:45 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 438, Recorded on 28/10/1999.
02:40 Friday Sermon delivered by Hadhrat Mirza Masroor Ahmad, Khalifatul Masih V. Recorded on 27th April 2007.
03:45 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 19th June 1996.
04:35 MTA Variety: Practical Astronomy
05:05 Ilmi Khutbaat
06:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
07:15 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) class with Huzoor, recorded on 25th November 2006.
08:20 Le Francais C'est Facile: programme no. 51
09:00 Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 23rd December 1997.
10:05 Indonesian Service
11:10 Ghazwat-e-Nabi (saw): a discussion about the migration of the Holy Prophet (saw) to Medina.
12:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
13:10 Bangla Schomprochar
14:15 Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V, recorded on 26/05/2006.
15:10 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class [R]
16:05 Jalsa Salana UK: speech delivered by Saeed Ahmad Malik on the topic of 'The Holy Qur'an', recorded on 27th July 1996.
16:40 Medical Matters
17:10 Rencontre Avec Les Francophones [R]
18:30 Arabic Service
19:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 439, Recorded on 04/11/1999.
20:30 MTA International Jama'at News
21:05 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) Class [R]
22:20 Friday Sermon: recorded on 26/05/2006 [R]
23:40 Jalsa Salana Speech [R]

Tuesday 1st May 2007

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:10 Learning French
01:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 439, Recorded on 04/11/1999.
02:35 Friday Sermon: recorded on 26/05/2006.
03:30 Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra).
Recorded on 23rd December 1997.
04:30 Jalsa Salana Speech
05:10 Ghazwat-e-Nabi (saw)
06:00 Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
07:05 Children's class with Huzoor. Recorded on 13th December 2003.
08:15 Learning Arabic: Programme no. 29
08:45 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 21st June 1996.
10:00 Indonesian Service
11:00 Sindhi Service
12:00 Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
13:00 Bangla Shomprochar
14:05 Jalsa Salana Address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V.
15:05 Learning Arabic: Programme no. 29 [R]
15:20 Al-Wassiyat
16:00 Children's Class
17:25 Question and Answer Session [R]
18:30 Arabic Service
20:30 MTA International News Review Special
21:05 Children's Class [R]
22:25 Al-Wasiyyat
23:05 Address by Hadhrat Khalifatul Masih V [R]

Wednesday 2nd May 2007

00:05 Tilaawat, Dars-e-Majmooa & MTA News
01:05 Learning Arabic: Programme no. 29
01:30 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 440. Recorded on: 11/11/1999.
02:30 Jalsa Salana Speeches.
03:35 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 21st June 1996.
04:35 Al-Wasiyyat
05:05 Jalsa Salana Address.
06:05 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
07:10 Bustan-e-Waqfe Nau with Huzoor, recorded on 20th December 2003.
08:20 Seerat Masih-e-Maud (as).
08:50 Attractions of New Zealand
09:15 Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 24th June 1996.
10:00 Indonesian Service
10:50 Swahili Service
12:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
13:05 Bangla Shomprochar
14:05 Ilmi Khitabaat
15:05 Jalsa Speeches: a speech delivered by Zahid Ahmad Khan on the topic of 'the conduct of the Holy Prophet (saw) towards his family'. Recorded on 28th July 1996.
15:35 Bustan-e-Waqfe Nau Class [R]
16:40 Question and Answer Session [R]
18:00 Discussion: the life of Hadhrat Nusrat Jehan Begum sahiba (ra).
18:30 Arabic Service
19:35 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 441, recorded on 18/11/1999.
20:35 MTA International News Review
21:05 Bustan-e-Waqfe Nau Class [R]
22:15 Jalsa Speeches [R]
22:40 Hamaari Kaaenat
23:05 Ilmi Khitabaat

Thursday 3rd May 2007

00:00 Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:10 Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session 441, recorded on 18/11/1999.
02:10 The Philosophy of the Teachings of Islam
02:40 Hamari Kaa'enaat
03:05 Ilmi Khitabaat
04:00 Discussion: the life of Hadhrat Nusrat Jehan Begum sahiba (ra).
05:00 Attractions of New Zealand
05:30 Jalsa Speeches
06:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:00 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) class with Huzoor. Recorded on 14th December 2003.
08:10 English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking friends. Session 21. Recorded on 18/06/1994.
09:20 Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to Burkina Faso, West Africa.
10:25 Indonesian Service
11:30 Al Maa'idah
11:40 Dars-e-Hadith
12:00 Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
13:00 Bengali Service
14:05 Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session 176, recorded on 17th February 1997.
15:05 Huzoor's Tours [R]
16:10 English Mulaqa'at [R]
17:25 Poem Recital competition
18:30 Arabic Service
20:35 MTA News Review
21:05 Tarjamatul Qur'an Class, Session: 176 [R]
22:20 MTA Variety: Jamia Ahmadiyya Exhibition
22:55 Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) class [R]

Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00GMT & 17:00GMT

Al Fazl International Weekly, London

22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 14 Friday April 20, 2007 Issue No. 16

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

اُردو کی مستند لغت میں لفظ ’’مُلّا‘‘ کا استعمال

حکومت پاکستان کے خود مختار ادارہ ’’اردو لغت بورڈ، کراچی‘‘ کے زیر اہتمام ’’اردو لغت‘‘ کے نام سے ایک مستند اور تفصیلی لغت نہایت عمدہ کاغذ اور نفیس ٹائپ سے اشاعت پذیر ہو رہی ہے جس کی اٹھارھویں جلد جو بڑے سائز کے 976 صفحات پر محیط ہے ہمارے سامنے ہے۔ اس ضخیم جلد سے لفظ ’’مُلّا‘‘ کے بعض لغوی معانی احباب کی ضیافت طبع کے لئے درج ذیل ہیں:

مُلّا: شدید قسم کے مذہبی خیالات رکھنے والا عالم۔
مُلّا ازم: مُلّا کا پیشہ۔
مُلّا پن: رجعت پسندی
مُلّا ٹا: وہ مُلّا جو اپنی ملّا ئیت میں سخت ہو۔
مُلّا ٹائپ: مُلّاؤں جیسا
مُلّا ئے خشک: کٹھ مُلّا
مُلّا زادہ: عمل وسحر وغیرہ کا ماہر۔

مؤلفین نے لغات میں یہ دلچسپ فارسی کہاوت بھی دی ہے کہ:

’’مُلّا شدن آسان است انسان شدن مشکل‘‘

(صفحہ 577-578)

یعنی مُلّاں ہونا آسان ہے مگر انسان ہونا مشکل۔

یہ کہاوت ایران کے دانشور بزرگوں نے مولانا روم کے مقولہ کی روشنی میں اختراع کی ہے۔ اور ایک لمبے تجربے کا نچوڑ ہے جس کی آزمائش کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ اگر آپ کسی ’’منبر ومحراب‘‘ کے وارث سے نہایت عجز وانکسار سے یہ گزارش کریں گے کہ خدارا انسان بن جائیے تو وہ فوراً الٹھا اٹھا لے گا:

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

مصوّر پاکستان کی فریاد

قارئین یقیناً حیران ہوں گے کہ مکفّر ملاؤں نے اسمبلی 1974ء کی رہبر کمیٹی کے سامنے اپنے مطبوعہ مؤقف میں غیر مسلم اقلیت قرار دئے جانے کا جو سیاسی مطالبہ کیا اس کی بنیاد قانونی زاویۂ نگاہ سے صرف اور صرف سر محمد اقبال صاحب کی برطانوی حکومت کے حضور یہ عرضداشت تھی کہ:

’’وہ قادیانیوں کو الگ جماعت تسلیم کرے‘‘۔

(حرف اقبال صفحہ115 و صفحہ 118۔مطبوعہ لاہور)

مُلّاؤں نے یہ الفاظ اپنے موقف کے شروع میں ممبران اسمبلی کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے ’’مصور پاکستان کی فریاد‘‘ کے عنوان سے درج کئے جو نہایت گھٹیا درجہ کی مذموم حرکت تھی کیونکہ برطانوی حکومت سے اس مطالبہ کا مقصد برٹش انڈیا کی مسلم حقوق کی پامالی اور ہندو کانگرس کے ہاتھوں کو مضبوط کرنے کے سوا اور کچھ نہ ہوسکتا تھا جس پر اُس دور کے مسلم اخبارات مثلاً انقلاب اور سیاست نے زبردست احتجاج بھی کیا تھا۔

مُلّاؤں نے اپنے مطبوعہ ’’ملّت اسلامیہ کا موقف‘‘ کے عربی ترجمہ (صفحہ 4) میں ’’حرف اقبال‘‘ کا یہ حوالہ درج کرنے سے قبل سر اقبال کو ’’شاعر اسلام‘‘ ظاہر کر کے اپنے سیاسی مطالبہ کو مذہبی رنگ دینے کی سازش کی جو عرب دنیا کو دھوکہ دینے کا ’’شرعی حیلہ‘‘ تھا۔ اے کاش یہ شاطر طائفہ ’’مصور پاکستان‘‘ اور ’’شاعر اسلام‘‘ کے وہ نثری اور شعری جواہر ریزے بھی شامل مسودہ کرتا جس میں اقبال نے مُلّا ئیت کے ہولناک فتنہ کو بے نقاب کیا ہے۔ مثلاً علّامہ فرماتے ہیں

قرآن کو بازیچہ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحلیم ایم اے پی ایچ ڈی اپنی کتاب ’’اقبال اور مُلّا‘‘ صفحہ 12 میں رقمطراز ہیں کہ ؎

’’علّامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ہمارے مُلّا جس کام میں مصروف ہیں یہ وہی کام ہے جو ابلیس نے اپنی مجلس شوریٰ میں اپنے ہم کاروں کے سپرد کیا تھا۔ مُلّا شیطان کی مجلس شوریٰ کے فیصلوں پر عمل کر رہا ہے‘‘۔

فتنہ مُلّا ئیت کے منطقی انجام کا آغاز

تاریخ اسلام میں مُلّا ئیت کا پہلا فتنہ خوارج کی پیداوار ہے جس نے 1200 سال بعد عہد مہدئ موعود کے ظہور سے قبل خوفناک شکل اختیار کرلی۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے قیام سے ایک برس پیشتر شاہ آباد کے ایک عالم دین سید ابوبکر بن حسن بن اسداللہ نے آگرہ کے مطبع مفید عام سے ’’کشف اللثام عن غربۃ الاسلام‘‘ کے نام سے ایک عبرت انگیز کتاب شائع کی جس میں لکھا:

’’زمانہ واہل زمانہ مصداق اس حدیث مرفوع علی مرتضٰی کے ہوگئے یوشکُ اَنْ یَّاْتِی عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَایَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَایَبْقٰی مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ عَنِ الْهُدٰی ۔عُلَمَآءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ ۔ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةَ وَفِيْهِمْ تَعُوْد ۔(رَوَاهُ الْبُيهَقِي فِي شِعْبِ الْإِيْمَان)۔

یعنی نزدیک ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ اسلام کا فقط نام اور قرآن کا فقط نقش باقی رہ جائے گا۔ دگر ہیچ مسجدیں آباد ہوں گی یعنی ظاہری نمازی بہت ہوں گے لیکن ہدایت سے ویران ہوں گے۔ کوئی اون میں دین کی راہ پر نہیں نہ ہوگا۔ علماء اون کے سب لوگوں سے بدتر ہوں گے جو آسمان کے نیچے ہیں اونہیں کے پاس سے فتنہ نکلے گا اور اونہیں کے اندر پھر کر جائے گا‘‘۔ ...... یہ حدیث بھی ایک معجزہ ہے کیونکہ سارے امور مطابق ارشاد حضور واقع ہوئے اور ہم نے اپنی آنکھ وکان سے دیکھے سنے اور سب لوگ ہر روز دیکھتے سنتے رہتے ہیں‘‘۔

(صفحہ7)

بلاشبہ مذکورہ حدیث مصطفیٰ ایک دائمی معجزہ ہے لیکن اس کی شانِ اعجازی نقطۂ کمال کی عکاسی اس کے آخری دو لفظوں سے ہوتی ہے جس میں آنحضرتؐ نے اپنے مظلوم امتیوں کو یہ خوشخبری دی کہ اگرچہ نام نہاد علماء ہی دنیا میں فتنہ برپا کریں گے مگر یہ شیطانی کھیل ہمیشہ جاری نہیں رہے گا اور بالآخر یہ دنیا بدل جائے گی اور ہر فتنہ انہی دہشتگرد مُلّاؤں میں ہی لوٹ جائے گا (وَفِيْهِمْ تَعُوْد) الحمدللہ آنحضرت ﷺ نے چودہ سو سال قبل فتنہ پرور مُلّاؤں کے جس منطقی انجام کی بشارت دی تھی اس کا آغاز ہو چکا ہے۔ خصوصاً سرزمین پاکستان میں جہاں مُلّاں ایک صدی سے زائد عرصہ سے شیطان کے آلہ کار اور ابلیس کے ایجنٹ کی حیثیت سے جماعت کے خلاف برسر پیکار چلا آرہا ہے چنانچہ ملک کی ایک ممتاز سیاسی پارٹی کے مرکزی صدر جناب اسفندیار ولی نے بنّوں میں ایک بھاری مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

’’مُلّاؤں نے اسلام آباد کے لئے اسلام کو بیچ دیا ...... علماء کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہوتا۔ کہاں ہے اسلامی نظام کا نفاذ اور کہاں ہے شریعت محمدیؐ کا نفاذ۔ سودی نظام کیوں بند نہیں کیا۔ برسر اقتدار ہونے کے باوجود نفاذ اسلام کیوں نہیں کیا۔ پوری پختون قوم کو اسلام کے نام پر دھوکہ دینے والوں کو 17ویں ترمیم پاس ہونے کے بعد سانپ سونگھ گیا۔ وہ مُلّا جو کہتے تھے کہ اسلام میں عورت کو سیاست میں لانا روا نہیں خود اپنی خواتین کو اسمبلیوں تک کیوں لے گئے۔ اب اسلام کی بات چھوڑ کر صوبائی خودمختاری کی بات پر اتر آئے .... ہم مُلّاؤں کی طرح افغانستان جنگ میں دوسروں کو اپنے بچے مروانے کا درس نہیں دیتے‘‘۔

(روزنامہ کائنات اسلام آباد 9/فروری 2003ء صفحہ3)

انشاء اللہ اب وہ دن دور نہیں جبکہ فتنہ پرور مُلّاؤں کے بتکدے پاش پاش ہوں گے اور خالص توحید کا آفتاب پوری شان اور آب وتاب سے مطلع عالم پر جلوہ گر ہوگا اور بقول شاعر احمدیت جناب عبدالسلام اختر ایم اے:

اک نئی رُت سنورنے والی ہے
کچھ نئے رنگ ابھرنے والے ہیں
ہم نے صدیوں کی رات کاٹی ہے
ہم نئی صبح کے اُجالے ہیں

اس ضمن میں جناب حفیظ ہوشیار پوری کے یہ اشعار بھی مستقبل کی ایک نمایاں جھلک پیش کرتے ہیں ؎

رات جتنی طویل ہوتی ہے
صبح نو کی دلیل ہوتی ہے
ساری فرعونیت اک دن
غرق دریائے نیل ہوتی ہے

❁❁❁❁❁

بقیہ: میں بھی کھینچوں قامت جاناں
از صفحہ نمبر12

چناں آ وی جا ہن کی ڈیر اے؟
آجا، آوی جا یار جانیاں
وَگ وَگ وے جھناں دیا پانیاں!
کلی جندڑی، دُور دا راستہ ای
آجا دلبرا ! رب دا واسطہ ای
رکھاں رکھ لے اَج پرانیاں
وَگ وَگ وے جھناں دیا پانیاں!

اور:

جے توں منیں تاں میں دَساں اِک گل وے
چن سورج نیں دونویں ساڈے وَل وے
اَگ عشقے دی بجھدی جاندی
آ زلف دا پکھا جھل وے
لوکی آخدے نیں کملی کملی
ساڈی کملی پے گئی اے ال وے

اور اس شعر میں تو جان ہی نکال دی کہ:

سوہنا منگے تاں سواں دیاں جتیاں
اسیں بیٹھی لہا کے کھل وے

شہر اور گاؤں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے لوگ باہمی رابطہ میں کمزور ہوتے ہیں اور گاؤں میں لوگوں کے باہمی تعلق مضبوط۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

ننگے پنڈے چانی گئی بگانے پنڈ
عاشق بھکے سوں گئے رات پرانے پنڈ
پنڈوں آوے پیار دی نمی نمی وا
وسدیاں رہن حویلیاں تے موجاں مانے پنڈ
سرگھی ویلے جاگدے ربوے دے وسنیک
لوکاں بھانے شہراے تے ساڈے بھانے پنڈ
نگھی، نرم، نویکلی پنڈاں دی پرتیت
سفنے دے وچ جاوڑاں آنے بہانے پنڈ
کچے پکے شہر دی وِنگی ٹیڈھی سوچ
ویندیاں ویندیاں آوڑی زور تگھانے پنڈ
تینوں ٹھرک پلاٹ دا سانوں ویل زمین
تیری روزی شہر وچ تے ساڈی دانے پنڈ
کندھاں دے گل لگ کے کوٹھے دیسی ڈھا
جے مضطرؔ نوں لے گیوں اَج پرانے پنڈ

اب آپ خود ہی بتائیے کہ اِس سے آگے مجھ میں کچھ لکھنے کی سکت باقی رہ جاتی ہے کہ:

مضطرؔ نے کمال کر دیا ہے

❁❁❁❁❁❁❁